ماہنامہ مظاہر علوم سہارنپور



دفتر ماہنامہ مظاہر علوم سہارنپور (یوپی)

جامعہ مظاہر علوم کا ترجمان

ماہنامہ

مظاہر علوم

سہارنپور

نگران

حضرت مولانا سید محمد شاہد صاحب مدظلہ امین عام جامعہ ہذا

مدیر مسئول

حضرت مولانا سید محمد سلمان صاحب مدظلہ ناظم جامعہ ہذا

مدیر تحریر

مولانا عبداللہ خالد قاسمی خیرآبادی

جلد ۲۵

شمارہ ۱۱

جمادی الثانی ۱۴۴۱ھ

فروری ۲۰۲۰ء

مجلس ادارت

- مولانا محمد ساجد حسن صاحب مظاہری
- مولانا محمد خالد سعید صاحب اعظمی
- مولانا مفتی شعیب احمد صاحب بستوی
- مولانا مفتی بشیر احمد صاحب سہارنپوری

موبائل فون نمبر 8923235542

زر تعاون

فی شمارہ	۱۵؍روپے
سالانہ زر تعاون	۱۵۰روپے
بیرون ملک سالانہ	۲۵ڈالر

ترسیل زر کا پتہ

دفتر ماہنامہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴۷۰۰۱ (یوپی)

MAZAHIR ULOOM MONTHLY MAGAZINE
SAHARANPUR 247001(U.P.) INDIA
Ph: 0132-2655542
Email-jamiamazahir@gmail.com

اس شمارے میں

دائرہ کا سرخ نشان آپ کی مدت خریداری ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ کے لیے رقم ارسال فرمائیں۔

☆ شائع شدہ مضامین سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں۔

☆ جواب طلب امور کے لیے لفافہ اور خریداری نمبر کا حوالہ دینا ضروری ہے۔

☆ ماہنامہ، انگریزی ماہ کی ۲/ تاریخ کو حوالہ ڈاک کردیا جاتا ہے۔ ۱۰/ تاریخ تک موصول نہ ہونے پر مطلع فرمائیں۔

نوائے سحر

یہ وقت عمل کا ہے

عبداللہ خالد قاسمی خیرآبادی

اس وقت ملک عزیز ہندوستان کا ہر سیکولر مزاج باشندہ حکومتِ وقت کے خلاف سراپا احتجاج بنا ہوا ہے، اسکول، کالج، مختلف تعلیمی ادارے اور شاہراہ عام پر نوجوان، بوڑھے، مرد، خواتین حتی کہ شیر خوار بچے بھی اس اندولن اور تحریک میں شامل ہیں اور شہریت ترمیمی قانون کے خلاف مظاہرہ کررہے ہیں، سی اے اے اور این سی آر جو یقیناً بالکل غیر آئینی قانون ہے اس کو ختم کرانے کے لئے مسلسل تگ ودو کررہے ہیں، حکومت کی ضد اور ہٹ دھرمی ہے کہ ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی ہے۔

دراصل ہندوستان میں شہریت کے متنازع ترمیمی قانون (سی اے اے) کے خلاف اس دن سے پورے ملک میں شور ہے جس دن یہ پارلیمان کے دونوں ایوانوں میں منظور ہوا اور پھر صدر جمہوریہ نے فوراً سے پیشتر اس پر اپنے دستخط کرکے اسے قانون کا درجہ دے دیا، اس کے فوراً بعد اس کی مخالفت کرنے والوں نے اس کے خلاف سپریم کورٹ میں عرضی داخل کی کہ یہ اس ملک کے آئین کی روح سے متصادم اور سیکولرازم کے مخالف ہے، اس قانون کے خلاف ملک کے مختلف اداروں، سول سوسائٹی اور منفرد شخصیات کی جانب سے عرضیاں سپریم کورٹ میں داخل کی گئیں، جس میں کہا گیا کہ یہ نیا قانون آئین کی شق ۱۴، ۱۵ اور ۲۱ کی خلاف ورزی کرتا ہے اور مذاہب کے مابین امتیازی سلوک کرتا ہے۔

سپریم کورٹ میں شہریت ترمیمی قانون کے خلاف داخل کردہ درخواستوں کی ۲۲؍جنوری ۲۰۲۰ء کو سماعت ہوئی، عدالت نے اس پر روک لگانے سے انکار کردیا، شہریت ترمیمی قانون سے متعلق تاحال سپریم کورٹ میں ۱۴۴؍درخواستیں داخل کی گئیں، کئی درخواست گزاروں نے

اس قانون کی مخالفت کرتے ہوئے شہریت ترمیمی قانون کو غیر آئینی قرار دینے کا مطالبہ کیا، علاوہ ازیں این آر سی اور این پی آر کو بھی کچھ درخواستوں میں چیلنج کیا گیا ہے، چیف جسٹس ایس اے بوبڑے، جسٹس عبدالنظیر ، جسٹس سنجیو کھنہ کی بینچ نے ان درخواستوں پر سماعت کی، عدالت نے مرکز کو نوٹس جاری کرتے ہوئے چار ہفتوں میں جواب داخل کرنے کی ہدایت دی ہے، تمام درخواستوں میں سے صرف ۶۰ درخواستوں پر سماعت ہوئی۔

شہریت کا ترمیمی قانون ہندوستان کے تین پڑوسی ممالک پاکستان، بنگلہ دیش اور افغانستان سے غیر قانونی طور پر ہندوستان آنے والی چھ مذہبی اقلیتی برادریوں (ہندو، بدھ، جین، سکھ، پارسی اور مسیحی) کو شہریت دینے کی بات کرتا ہے، ناقدین کا کہنا ہے کہ اس میں مسلمانوں کا نہ شامل کیا جانا جانبداری کا مظہر ہے اور یہ کہ تین ممالک کو ہی شامل کیا جانا منطقی نہیں ہے۔

اگر ملک کے حالات کا سنجیدگی سے جائزہ لیا جائے تو صاف صاف دکھائی دیتا ہے کہ وہ شدت پسندی اور زور زبردستی کی طرف تیزی سے بڑھ رہا ہے، اس مہم میں شامل افراد بڑی عجلت میں ہیں کہ ملک اور سماج کو اپنے طرز حیات کے رنگ اور پسند کے مطابق بدل دیا جائے گرچہ اس کے لیے سرگرمیاں ماضی بعید و قریب سے جاری ہیں، تاہم گزشتہ چار برسوں سے ان میں خاص طور سے اضافہ اور تیزی آئی ہے، اس میں اقتدار کی تبدیلی کا خاصا دخل ہے، سماج کے ناپسندیدہ فسادی عناصر کو لگتا ہے کہ موجودہ اقتدار کی طاقت ہمارے ساتھ ہے، اس سلسلے میں سنگھ اور دیگر ہندوتو وادی طاقتیں اور تنظیمیں اور ان کے نظریات و اعمال سے متاثر حکومت جس کشادگی، توسع، اور آزادی کا دعوی کرتی ہے، اس کا عمل پوری طرح اس کی تردید و تکذیب کرتا ہے، ملک کے آئین اور جمہوری نظام کو کھلواڑ بنانے والے یہ باور کئے ہوئے ہیں کہ آئین و قانون اور ملک کی عدالتیں ہمارے لیے کوئی زیادہ قابل توجہ و مانع نہیں ہیں۔

یہ صورت حال بہت ہی تشویش ناک ہے، اگر اس صورت حال کو بدلنے کی سنجیدہ

کوشش نہیں ہوئی تو سماج انارکی اور لاقانونیت کا شکار ہوجائے گا، اور ہر کمیونٹی اور فرد کا عمل ہی قانون بن جائے گا، ایسی حالت میں حکومت انتظامیہ، عدلیہ، کا وجود و عدم برابر ہوجائے گا، لہٰذا ایسی صورت حال کو کوئی بھی مہذب معاشرہ قبول نہیں کرسکتا ہے، یہ تاثر عام ہے کہ مرکزی وریاستی حکومتیں آئین اور قانون کی دھجیاں بکھیرنے میں ملک دشمن عناصر کے ساتھ ساتھ ہیں اور ان کے حوصلوں کو بڑھاوا دے رہی ہیں۔

اس وقت میں پورے ملک میں ایک زبردست ہنگامہ سی اے اے (شہریت ترمیمی ایکٹ) کو لے کر ہورہا ہے، ملک کی معیشت کا گراف دن بدن گرتا جارہا ہے، سیکولر ہندوستانیوں اور خاص طور سے مسلمانوں کے لئے عرصۂ حیات تنگ سے تنگ کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ وہ آئین اور قانون کے سہارے اپنی انتہائی کوششیں جاری رکھیں اور ملک کی سلامتی اور اس کی تعمیر وترقی کے لئے قانونی اور آئینی دائرہ میں رہتے ہوئے اپنی لڑائی جاری رکھیں، لیکن اسی کے ساتھ اس جہاں اور کائنات کے خالق و مالک سے بھی اپنا رشتہ اور مضبوط سے مضبوط بنائیں، اللہ کی طرف پہلے سے زیادہ رجوع کریں، گناہوں پر استغفار اور ملک کی خوشحالی کے لئے دعاؤں کا اہتمام بھی کریں۔

اس موقع سے محی السنہ حضرت شاہ ابرارالحقؒ کا ایک ملفوظ یاد آرہا ہے جب ان سے بعض حضرات نے شکایت کی کہ ”مسلمانوں کی پریشانیاں دن بدن بڑھتی ہی جارہی ہیں، خانقاہوں اور مدارس و مدارس میں دعاؤں کا خوب اہتمام ہورہا ہے، اللہ والے مسلسل اللہ کے حضور میں دعا کررہے ہیں لیکن مسلمانوں کی پریشانیاں بڑھتی ہی جارہی ہیں، حالات بد سے بدتر ہوتے ہی جارہے ہیں تو اس وقت حضرت نے ایک مثال دے کر معاملہ یوں سمجھایا تھا کہ کسی شخص کا باپ اس سے ناراض ہوجائے اور اس کی ناراضگی کی وجہ سے اس پر اپنی عنایات کا سلسلہ بند کردے اور وہ لڑکا اپنے والد سے معافی تلافی کے بجائے دوسروں سے کہتا پھرے کہ میرے والد مجھ سے ناراض ہیں آپ ان سے سفارش کردیجئے کہ وہ مجھ سے راضی

ہوجائیں اور پہلی سی محبت کا معاملہ کرنے لگیں اور خود براہ راست والد سے رجوع نہ کرے، نہ ان سے اپنے جرم کا اعتراف واقرار کرے تو والد کی نظر عنایت اس پر کیسے ہوگی۔

اس وقت پوری امت کا المیہ یہی ہے کہ خالق کائنات کے حضور میں گستاخیاں اور جرائم کا ارتکاب تو خود کرتے ہیں اور ان کی معافی تلافی کے لئے اہل اللہ اور مشائخ سے دعائیں کراتے پھرتے ہیں، خود اللہ کے حضور توبہ واستغفار کی کوشش اور ضرورت محسوس نہیں کرتے۔

یہ وقت اللہ کے حضور خود کو عاجز ونیازمند بنا کر پیش کرنے کا ہے، خانقاہوں اور مساجد و مدارس میں دعاؤں کے اہتمام سے زیادہ خود ذاتی طور پر توبہ واستغفار کا وقت ہے، اسلامی اصولوں پر ذاتی زندگیوں کو استوار کرنے کی ضرورت ہے، جب خدائی اصولوں پر بندۂ خدا کاربند اور عمل پیرا ہوجاتا ہے، اسلام کے تقاضوں کے مطابق اپنی شاہراہ حیات کو استوار کرتا ہے تو اللہ تعالی کی مدد شامل حال ہوتی ہے، خدائے پاک کا ارشاد عالی ہے:

اِنْ یَنْصُرْ کُمُ اللّٰہُ فَلَا غَالِبَ لَکُمْ وَاِنْ یَخْذُلْکُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِیْ یَنْصُرُ کُمْ مِنْ بَعْدِہٖ وَعَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَ کَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ

اگر اللہ تمہاری مدد کرے گا تو کوئی تم پر غالب نہیں ہوسکے گا اور اگر مدد نہ کرے تمہاری تو پھر ایسا کون ہے جو مدد کر سکے تمہاری اس کے بعد، اور اللہ ہی پر بھروسہ چاہئے مسلمانوں کو۔

لہٰذا اپنے تمام معاملات میں بندۂ مومن کو اللہ ہی کی طرف رجوع کرنا چاہئے، مصیبتوں کی سخت آندھی ہو یا عیش وآرام کی پُرکیف بادِ بہاری، مسلسل یہ احساس ہونا چاہئے کہ تمام قدرتوں اور طاقتوں کا جامع وہی ہے اگر اس کی مدد اور نصرت کو متوجہ کرلیا گیا تو پھر دنیا کی کوئی طاقت مغلوب نہیں کرسکتی۔

درسِ قرآن

قسط دوم

لباس کیسا ہو؟

مولانا محمد ساجد حسن سہارنپوری استاذ حدیث وتفسیر جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

یَا بَنِیْ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْکُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوْآتِکُمْ وَرِیْشًا وَلِبَاسُ التَّقْوٰی ذٰلِکَ خَیْرٌ ذٰلِکَ مِنْ اٰیَاتِ اللّٰہِ لَعَلَّھُمْ یَذَّکَّرُوْنَ۔ یَا بَنِیْ اٰدَمَ لَا یَفْتِنَنَّکُمُ الشَّیْطَانُ کَمَا اَخْرَجَ اَبَوَیْکُمْ مِنَ الْجَنَّۃِ یَنْزِعُ عَنْھُمَا لِبَاسَھُمَا لِیُرِیَھُمَا سَوْآتِھِمَا اِنَّہٗ یَرَاکُمْ ھُوَ وَقَبِیْلُہٗ مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَھُمْ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّیَاطِیْنَ اَوْلِیَآءَ لِلَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ (الأعراف:۲۶-۲۷)

اے اولادِ آدم ہم نے تمہارے لئے لباس پیدا کیا جو کہ تمہارے پردہ دار، بدن کو چھپاتا ہے اور موجبِ زینت بھی ہے، اور تقوی کا لباس، اس سے بڑھ کر ہے، یہ اللہ تعالی کی نشانیوں میں سے ہے تا کہ یہ لوگ یاد رکھیں۔ اے اولادِ آدم! شیطان تم کو کسی خرابی میں نہ ڈال دے جیسا کہ تمہارے دادا، دادی کو جنت سے باہر کرادیا، ایسی حالت سے کہ ان کا لباس بھی ان سے اتروادیا تا کہ ان کے پردے کا بدن دکھلائی دینے لگے۔

شانِ نزول

زمانۂ جاہلیت میں قریش کے علاوہ، باقی لوگ ننگے طواف کرتے تھے، مرد حضرات دن میں اور عورتیں رات میں، اور اس کی وجہ یہ بیان کرتے تھے کہ جن کپڑوں میں ہم نے گناہ کئے ہیں ان کپڑوں میں بیت اللہ کا طواف کرنا ادب کے خلاف ہے لا نطوف في ثوبٍ عَصَینا اللّٰہ (البغوی ۱/۲۹۹)

اس پر اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی کہ لباس کا استعمال کرو، ہم نے پردہ پوشی کے لئے لباس عطا کیا ہے۔

تشریح وتوضیح

اللہ تعالی نے تمام اولادِ آدم کو یہ بتایا کہ ہم نے انسان کو بہت سی نعمتوں سے نوازا ہے،

ان میں سے ایک بڑی نعمت لباس بھی ہے، پھر لباس کی قسمیں، فوائد اور مقاصد بتائے۔

عمدہ لباس پہننے کی اجازت:

نہ تو سب آدمی خوشحال ہوتے ہیں، اور نہ ہی کسی خوشحال آدمی کی خوشحالی سدا باقی رہتی ہے، حالات مختلف ہوتے ہیں اور بدلتے بھی رہتے ہیں، اس لئے شریعتِ مطہرہ نے انسان کے لئے لباس کے سلسلہ میں کوئی معیار اور کوالٹی، قیمت کے لحاظ سے متعین ومقرر نہیں کی بلکہ انسان کی حیثیت پر چھوڑ دیا ہے، تو اگر کوئی آدمی صاحبِ حیثیت ہے تو اس کو اچھا اور عمدہ لباس پہننے کی اجازت ہے، کیونکہ اچھا اور عمدہ لباس پہننے سے مالداری کی نعمت کا اثر ظاہر ہوتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کو یہ بات بہت پسند ہے کہ بندہ پر اللہ کی نعمت کے اثرات ظاہر ہوں، اثرات دکھائی دیں، (مگر لباس اتنا زیادہ نفیس وعمدہ بھی نہ ہو کہ جس سے بے جا شان وشوکت کا اظہار ہوتا ہو۔)

حضرت ابوالاحوص رضؓ اپنے والد ماجد سے نقل کرتے ہیں، انہوں نے بتایا کہ میں رسول اللہ کی خدمت میں معمولی کپڑے پہن کر حاضر ہوا، آپ نے مجھ سے فرمایا: کیا تمہارے پاس مال ہے؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں! پوچھا کہ کس قسم کا مال ہے؟ میں نے عرض کیا کہ اونٹ، گائے، بکری، گھوڑے اور غلام، ہر طرح کا مال، اللہ تعالیٰ نے مجھ کو عطا فرمایا ہے! آپ نے فرمایا: کہ جب اللہ تعالیٰ نے تم کو مال عطا فرمایا ہے تو اس نعمت اور بخشش کا اثر تمہارے اوپر ظاہر ہونا چاہیے، یعنی اچھا لباس استعمال کرو!

وَعَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ، عَنْ أَبِيهِ - رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ - قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثَوْبٍ دُونٍ، فَقَالَ: أَلَكَ مَالٌ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: مِنْ أَيِّ الْمَالِ؟ قَالَ: قَدْ آتَانِيَ اللّٰهُ مِنَ الْإِبِلِ، وَالْغَنَمِ، وَالْخَيْلِ، وَالرَّقِيقِ، قَالَ: فَإِذَا آتَاكَ اللّٰهُ مَالًا فَلْيُرَ أَثَرُ نِعْمَةِ اللّٰهِ عَلَيْكَ، وَكَرَامَتِهِ۔ (ابوداؤد رقم ۴۰۶۳)

شروعات داہنی طرف سے:

کسی بھی چیز کا استعمال غیروں کے طریقے پر بھی ہوسکتا ہے اور سنت نبوی کے مطابق بھی، اگر استعمال سنت نبوی کے مطابق ہے تو زہے قسمت، اسی کا نام دینداری ہے اور

سراسر مُوجِب سعادت بھی ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ لباس و پوشاک کا استعمال طریقۂ نبوی کے مطابق ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسے کپڑے کو جس میں دایاں بایاں حصہ متصور ہو، دائیں سے شروع فرماتے تھے، اس لئے آدمی کو چاہئے کہ جب کوئی ایسا کپڑا پہنے جوذو جہتین ہو یعنی جس کے دو حصوں کو دایاں بایاں سمجھا جاتا ہو جیسے پاجامہ جس کے نیچے دو حصے، پائنچے ہوتے ہیں تو اس کپڑے کے دائیں حصہ کو پہلے پہنے، بعدہٗ بایاں، کیونکہ داہنے کو بائیں پر فضیلت ہے، اسی طرح کرتہ، بنیان، کوٹ، صدری، پینٹ ،موزے، جوتے، جرابیں، ساکس وغیرہ کے استعمال کا بھی یہی طریقہ ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کرتا پہنتے تو دائیں جانب سے ابتدا فرماتے۔

چونکہ داہنے حصہ کو فضیلت حاصل ہے اس لئے آپ کرتا پہننے میں بھی اس کا خیال رکھتے اور پہلے داہنی طرف کی آستین میں ہاتھ ڈالتے۔اور اس طرح کا کپڑا جب اتارتے، نکالتے تو پہلے بایاں حصہ نکالتے، بعدہٗ دایاں

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا لَبِسَ قَمِيصًا بَدَأَ بِمَيَامِنِهِ (ترمذی رقم الحدیث ۱۷۶۶)

لباس کا رنگ:

منجانب شرع اگرچہ مرد کو بھی رنگین کپڑا پہننے کی اجازت ہے (بشرطیکہ تیز سرخ نہ ہو) مگر افضل و اولیٰ سفید کپڑا پہننا ہی ہے، کیونکہ سفید کپڑا اس لحاظ سے نفیس و عمدہ ہوتا ہے کہ زیادہ دھویا جاتا ہے، کیونکہ سفید کپڑے پر لگے داغ دھبے زیادہ دکھائی دیتے ہیں، بہ نسبت رنگین کپڑے کے، اس لئے اس کی صفائی ستھرائی کا زیادہ خیال رکھا جاتا ہے اور فطری طور پر سلیم الطبع اشخاص کو سفید کپڑا ہی پسند ہے، اسی لئے حدیث شریف میں سفید کپڑا استعمال کرنے کی ترغیب

ہے، حتی کہ میتکو بھی سفید کفن دینے کا حکم ہے، البتہ عذر ومعذرت کے مواقع اس سے مستثنی ہیں۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ سفید لباس استعمال کیا کرو! کیونکہ سفید لباس عمدہ بھی ہوتا ہے، ستھرا بھی، اور طبیعت کو بھی اچھا لگتا ہے اور اپنی میت کو بھی سفید ہی کفن دیا کرو۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب مسجد جایا کرو تب بھی سفید لباس پہنا کرو اور میت کو بھی سفید کفن دیا کرو، (دونوں ہی وقت خدا سے ملاقات کے ہیں اور کسی بھی بڑے سے ملاقات کے وقت عمدہ لباس ہی زیب تن کیا جاتا ہے، اسی لئے جمعہ وعیدین میں عمدہ لباس پہننے کا شرعی حکم موجود ہے)۔

عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ، قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:اِلْبَسُوا الْبَيَاضَ فَإِنَّهَا أَطْهَرُ وَأَطْيَبُ، وَكَفِّنُوا فِيهَا مَوْتَاكُم.(ترمذی ۲۸۱۰)

گناہ معاف:

بعض طبیعتیں گناہ کی طرف مائل رہتی ہیں اس لئے گناہ کا صدور ہوتا رہتا ہے البتہ جن خوش نصیب لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی کرم ہے ان کی طبیعتیں تو گناہ کی طرف مائل بھی نہیں ہوتیں، مگر بتقاضائے نفس پھر بھی گناہ ہو ہی جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے، نیک اعمال کی بدولت گناہوں کو معاف کرتے رہتے ہیں، ایسے نیک اعمال میں نئے کپڑے پہننے کے بعد دعا پڑھنا بھی ہے۔

حضرت معاذ بن انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کھانا کھا کر دعا پڑھے تو اس کے سابقہ گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں، اور جو شخص نیا کپڑا پہنے اور کپڑا پہننے کے بعد یہ دعا پڑھے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي كَسَانِي هَذَا الثوبَ، وَرَزَقَنِيهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِنِّي وَلَا قُوَّةٍ،

تو اس کے اگلے، پچھلے گناہ معاف کردئے جاتے ہیں، یعنی جو آئندہ ہونگے وہ ہونے کے بعد معاف کردیئے جاتے رہیں گے یا مطلب یہ ہے کہ اس آدمی کو آئندہ کے لئے گناہ

سے محفوظ کردیا جائے گا۔

وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ أَنَسٍ - رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ - أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ أَكَلَ طَعَامًا، ثُمَّ قَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَطْعَمَنِي هَذَا الطَّعَامَ، وَرَزَقَنِيهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِنِّي وَلَا قُوَّةٍ، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ. وَمَا تَأَخَّرَ، وَمَنْ لَبِسَ ثَوْبًا فَقَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي كَسَانِي هَذَا الثوبَ، وَرَزَقَنِيهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِنِّي وَلَا قُوَّةٍ، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ (ابوداؤد رقم الحدیث ۴۰۲۳)

صدقہ ودعا پر حفاظت کا وعدہ۔

کپڑا پہننے کے بعد کی ایک اور مشہور دعا ہے، جو حضرت عمر نے بتائی، اس دعا کے پڑھنے پر اللہ کی حفاظت کا وعدہ بھی ہے۔

حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے: کہ حضرت عمرؓ نے نیا کپڑا پہنا اور یہ دعا پڑھی: الحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي كَسَانِي مَا أُوَارِي بِهِ عَوْرَتِي، وَأَتَجَمَّلُ بِهِ فِي حَيَاتِي، جس کا ترجمہ یہ ہے کہ: تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھے ایسا لباس پہنایا جس سے میں اپنا ستر چھپاتا ہوں اور اپنی زندگی میں زینت حاصل کرتا ہوں، اور پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص نیا کپڑا پہنے، پھر وہ یہ (مذکورہ) دعا پڑھے اور پرانے کپڑے کو خیرات کردے تو وہ دنیا اور آخرت میں اللہ کی پناہ، اللہ کی حفاظت اور اللہ کے پردہ میں رہے گا۔

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، قَالَ: لَبِسَ عُمَرُ بْنُ الخَطَّابِ، ثَوْبًا جَدِيدًا فَقَالَ: الحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي كَسَانِي مَا أُوَارِي بِهِ عَوْرَتِي، وَأَتَجَمَّلُ بِهِ فِي حَيَاتِي، ثُمَّ عَمَدَ إِلَى الثَّوْبِ الَّذِي أَخْلَقَ فَتَصَدَّقَ بِهِ، ثُمَّ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ لَبِسَ ثَوْبًا جَدِيدًا فَقَالَ: الحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي كَسَانِي مَا أُوَارِي بِهِ عَوْرَتِي، وَأَتَجَمَّلُ بِهِ فِي حَيَاتِي ثُمَّ عَمَدَ إِلَى الثَّوْبِ الَّذِي أَخْلَقَ فَتَصَدَّقَ بِهِ كَانَ فِي كَنَفِ اللّٰهِ وَفِي حِفْظِ اللّٰهِ، وَفِي سَتْرِ اللّٰهِ حَيًّا وَمَيِّتًا. (ترمذی رقم ۳۵۶۰)

انوار حدیث

اللہ کی طرف سے حفاظت اور نصرت کے وعدے کب؟

مولانا محمد خالد سعید مبارکپوری استاذ شعبۂ تخصص فی الحدیث مظاہر علوم سہارنپور

عن ابن عباس قال: كنتُ رديفَ النبيِ صلى الله عليه وسلم فقال: يا غلام أو غليم ألا أُعَلِّمُك كلماتٍ ينفعك اللهُ بِهن فقلتُ بلى فقال: احفَظِ اللهَ يحفَظُكَ، احفَظِ اللهَ تَجِدْهُ أمامَكَ، تَعَرَّفْ اليه فى الرَخاء يَعْرِفُكَ فى الشدة، واذا سألتَ فاسألِ اللهَ، واذا استعنتَ فاستعِن بالله، قد جَفَّ القلمُ بماهو كائن فلو أنَّ الخلقَ كلَّهم جميعا أرادوا أن ينفعوك بشئ لم يَكْتُبْهُ الله عليك لم يَقْدِرُوا عليه وان أرادوا أن يضروك بشيئ لم يَكتُبه الله عليك لم يقدروا عليه، واعلم أن فى الصبر على ماتكره خيراً كثيراً، وأن النصر مع الصبر، وأن الفرج مع الكرب، وأن مع العسر يسرا (رواه احمد فی مسندہ ۱/۳۰۷)۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کی سواری پر پیچھے بیٹھا ہوا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے بچے کیا میں تم کو چند ایسی باتیں نہ سکھا دوں جن سے اللہ تعالیٰ تم کو نفع پہونچائیں؟ میں نے کہا ضرور سکھائیے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اللہ کی حفاظت کرو تو وہ تمہاری حفاظت کریگا، تم اللہ کی حفاظت کرو تو تم اس کو اپنے سامنے پاؤ گے، تم خوش حالی اور فراخی میں اللہ کو اپنے سے واقف کراتے رہو اور پہچنواتے رہو تو وہ مصیبت اور پریشانی میں تم کو پہچانے گا، اور جب تم مانگو تو اللہ سے مانگو، اور جب مدد چاہو تو اللہ سے مدد چاہو، قلم ان سب کو لکھ کر خشک ہو چکا ہے، جو کچھ وجود میں آنے والا ہے، لہٰذا اگر تمام کی تمام مخلوق تمہیں کوئی نفع پہونچانا چاہے جو اللہ

نے تمہارے لئے نہیں لکھا ہے تو وہ اس پر قادر نہیں ہوگی، اور اگر وہ تمہیں کوئی نقصان پہونچانا چاہے جو اللہ نے تمہارے لیے نہیں لکھا ہے تو وہ نقصان نہیں پہونچا سکتی، اور اس بات کا یقین کرلو کہ ایسی باتوں پر صبر کرنے میں جو تمھیں ناگوار اور ناپسند ہے بہت ہی خیر ہے، اور اس بات کا یقین رکھو کہ نصرت اور مدد صبر کے ساتھ ہے، اور کشادگی رنج وغم کے ساتھ ہے، اور تنگی کے ساتھ آسانی ہے۔(مسند احمد)

اس حدیث شریف میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چند انتہائی اہم اور بڑی مفید باتیں بتائی ہیں جن پر عمل کرنے سے اللہ کی طرف سے حفاظت اور نصرت حاصل ہوتی ہے، پریشانیاں دور ہوتی ہیں اور ایمان ویقین میں پختگی آتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلی بات یہ فرمائی کہ: ''**احفظ اللہ یحفظک**'' (تم اللہ کی حفاظت کرو، وہ تمہاری حفاظت کرے گا) اللہ کی حفاظت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے احکام کو بجالایا جائے اور اس کی منع کی ہوئی چیزوں سے بچا جائے اور اللہ تعالیٰ کے احکامات میں سے خاص طور پر نماز کی حفاظت کا بہت زیادہ اہتمام ہونا چاہئے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: حٰفِظُوا علی الصّلوٰتِ والصلوٰۃِ الوسطیٰ (البقرۃ :۲۳۸) (تم لوگ نمازوں کی پابندی کرو خاص طور پر درمیانی نماز کی) اور اسی طرح آنکھ، کان، اور زبان، کی حرام باتوں سے حفاظت، پیٹ کی حرام مال اور حرام غذا سے حفاظت، دل کی گناہوں پر اصرار سے حفاظت اور شرم گاہ کی حرام جگہ استعمال سے حفاظت ضروری ہے۔

بہر حال بندہ جب اللہ کی حفاظت کرتا ہے تو اللہ کی طرف سے بھی اس کی حفاظت کا انتظام ہوتا ہے اور اس حفاظت کی ایک صورت یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالی بندے کی جان و مال، عزت و آبرو اور اہل وعیال کی حفاظت فرماتا ہے، بلکہ حضرت ابن المنکدر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نیک آدمی کی وجہ سے اس کی اولاد اور اولاد کی اولاد اور اس کے آس پاس کے گھروں کی حفاظت فرماتا ہے اور یہ لوگ برابر اللہ کی حفاظت میں رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے حفاظت کی ایک دوسری صورت جو پہلے سے زیادہ اہم ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے دین وایمان کی حفاظت فرماتا ہے اور دین کو خراب کرنے والی چیزوں سے محفوظ فرما کر ایمان پر وفات دیتا ہے۔اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ سے عفو، عافیت اور حفاظت کی دعا مانگنے کی بھی تعلیم دی ہے، ایک اہم اور جامع دعا جو آپؐ نے صبح وشام پڑھنے کے لئے سکھائی ہے وہ ذکر کررہے ہیں، ہر مسلمان کو اس کا اہتمام کرنا چاہئے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّی أَسْأَلُکَ العَافِیَةَ فِی الدُّنْیَاوَ الاٰخِرَةِ، اَللّٰھُمَّ اِنِّی أَسْأَلُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَةَ فِی دِیْنِیْ وَ دُنْیَایَ وَأَھْلِیْ وَمَالِیْ، اَللّٰھُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِیْ وَآمِنْ رَوْعَاتِیْ، اَللّٰھُمَّ احْفَظْنِیْ مِنْ بَیْنِ یَدَیَّ وَمِنْ خَلْفِیْ وَعَنْ یَمِیْنِیْ وَعَنْ شِمَالِیْ وَمِنْ فَوْقِیْ، وَأَعُوْذُ بِعَظَمَتِکَ أَنْ أُغْتَالَ مِنْ تَحْتِی (ابوداؤد ۲/ ۶۹۲)۔

اے اللہ میں آپ سے دنیا وآخرت میں عافیت مانگتا ہوں، اے اللہ میں آپ سے اپنے دین، اپنی دنیا، اپنے اہل وعیال اور اپنے مال میں عافیت اور درگذر کا سوال کرتا ہوں، اے اللہ میرے عیوب کی پردہ پوشی فرما، اور خوف کی چیزوں سے مجھے امن عطا فرمادے، اے اللہ میری حفاظت فرما میرے آگے سے، میرے پیچھے سے، میرے دائیں سے، میرے بائیں سے، اور میرے اوپر سے، اور میں آپ کی عظمت کی پناہ چاہتا ہوں، اس بات سے کہ مجھے نیچے سے ہلاک کردیا جائے۔

اس دعا کے متعلق حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کو ہمیشہ صبح وشام پڑھا کرتے تھے اور کبھی نہیں چھوڑتے تھے۔(ابوداؤد شریف)

احفظِ اللہَ تجِدْہ أمامَک : تم اللہ کی حفاظت کروتو اس کو اپنے سامنے پاؤگے، یعنی اللہ کے احکام بجالانے والے کو اللہ تعالیٰ کی خصوصی معیت حاصل ہوتی ہے، جو اس کی نصرت اور تائید کو مستلزم ہے، اور جس کو اللہ کی نصرت اور تائید حاصل ہوجائے اس کا کوئی کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا۔

تَعرّفْ اِلَیْہِ فِی الرّخاءِ یَعْرِفُکَ فِی الشدّۃ : تم خوش حالی اور فراخی میں اللہ کو اپنی

معرفت اور پہچان کرواتے رہو تو وہ مصیبت اور پریشانی میں تمہیں پہچانے گا۔یعنی جب بندہ خوش حالی اور صحت وعافیت کے زمانے میں اللہ کو یاد کرتا ہے، اس کی اطاعت کرتا ہے اور اس سے ڈرتا ہے تو اس بندے کی اللہ کے یہاں ایک خاص معرفت اور پہچان قائم ہو جاتی ہے چنانچہ جب اس بندے پر سخت حالات مصیبتیں اور پریشانیاں آتی ہیں تو اللہ تعالی اس سختی اور پریشانی میں اسے پہچانتے ہیں اور اس کے ساتھ لطف ومہربانی اور نصرت کا معاملہ فرماتے ہیں، اس کی دعائیں قبول فرماتے ہیں اور پریشانیوں سے نجات عطا فرماتے ہیں، اور دنیا میں سب سے بڑی شدت اور سختی جس کا بندہ سامنا کرتا ہے وہ موت ہے اور اگر بندے کا انجام خیر نہ ہو تو موت کے بعد کے مراحل اور بھی زیادہ سخت ہوں گے، اس لئے ضروری ہے کہ صحت وعافیت اور خوش حالی ہی کے زمانے میں تقویٰ اختیار کر کے اور اعمال صالحہ کر کے موت اور موت کے بعد کے مراحل کی تیاری کر لی جائے، تاکہ اللہ تعالیٰ موت کی شدت اور اس کے بعد کی پریشانیوں اور شدتوں سے نجات عطا فرمائیں۔

واذا سألتَ فاسأل الله: (اور جب تم مانگو تو اللہ سے مانگو) یعنی تمہاری توجہ ہمیشہ اور ہمہ وقت اللہ کی طرف رہنی چاہئے جس کے قبضے میں تمام خزانے ہیں اور جو تمام ضرورتیں پوری کرنے پر قادر ہے، وہ ایسا کریم ہے جو بے حساب دیتا ہے اور ایسا غنی جس کے خزانے میں ذرہ برابر کمی ہونے والی نہیں ہے، وہ مانگنے کو پسند کرتا ہے بلکہ اصرار کے ساتھ مانگنے سے خوش ہوتا ہے اور نہ مانگنے پر ناراض ہوتا ہے لہذا اسی سے اپنی چھوٹی بڑی تمام حاجتیں مانگنا چاہئے، اللہ کے سوا کسی مخلوق کے سامنے عاجزی وذلت کے ساتھ سوال کرنا اور اس کو نفع وضرر پر قادر سمجھنا درست نہیں ہے، مخلوق تو ایسی عاجز ہے، کہ وہ خود اپنے نفع وضرر اور موت وحیات کی بھی مالک نہیں چہ جائے کہ وہ دوسروں کو نفع وضرر پہونچانے پر قادر ہو۔

واذا استعنتَ فاستعن بالله: یعنی دنیا اور آخرت کے کسی بھی معاملے میں مدد مانگنی ہے تو ایک اللہ ہی سے مانگو، کیوں کہ وہی تمام چیزوں پر قادر ہے، اور بندہ ہمہ وقت اس کی

مدد کا محتاج ہے، خواہ مامورات پر عمل ہو یا منہیات سے اجتناب، یا دنیا میں مقدارات پر صبر ہو، یا موت کے وقت کی شدت، یا برزخ اور قیامت کی ہولنا کی غرض ہر جگہ اللہ کی مدد کا محتاج ہے، ان تمام چیزوں میں اللہ کے سوا کوئی مدد نہیں کرسکتا، اور ان تمام چیزوں میں جو اللہ سے مدد چاہے گا اللہ اس کی مدد فرمائیں گے۔

اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم کو اس بات کا کامل یقین ہونا چاہئے کہ اگر تمام مخلوق مل کر تم کو کوئی نفع پہونچانا چاہے اور اللہ نے وہ نفع تمہارے مقدر میں نہیں لکھا ہے تو وہ نفع نہیں پہونچا سکتی، اور اسی طرح اگر تمام مخلوق مل کر تم کو کوئی نقصان پہونچانا چاہے اور اللہ نے تمہاری تقدیر میں وہ نقصان نہیں لکھا ہے تو تمام مخلوق مل کر بھی نقصان نہیں پہونچا سکتی، یعنی اپنے دل میں اس کا پختہ یقین پیدا کرلو کہ سب کچھ اللہ کی مشیت اور اس کی لکھی ہوئی تقدیر کے مطابق ہی انجام پاتا ہے اور اس کی تقدیر مبرم میں کسی طرح کی کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی اور اسی بات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشاد: **قد جف القلم بما هو كائن** (جو کچھ وجود میں آنے والا ہے ان سب کو لکھ کر قلم خشک ہو چکا ہے) میں بیان فرمایا ہے۔ لہذا دنیا میں جو کچھ خوشی وغم اور راحت ومصیبت پیش آتی ہے وہ سب حق تعالیٰ کی تقدیر سے ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ عمل، تدبیر اور اسباب کو ترک کر دیا جائے بلکہ شریعت نے تو اس کو اختیار کرنے کا حکم دیا ہے اور اسباب ظاہری شرعی کو عمل میں لا کر نتائج اور انجام اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دینا اور اس کی ذات پر یقین اور بھروسہ رکھنا توکل اور ایمان ہے۔ اور اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اس بات کا یقین رکھو کہ تم کو جو چیز ناگوار گذرتی ہے اس پر صبر کرنے میں بڑی خیر ہے یعنی تمام انسان خصوصاً صلحاء اور مقربین خدا کو اس دنیا میں طرح طرح کی آزمائشوں، مصیبتوں اور حادثات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور نوع بہ نوع کی مشکلات اور ناگوار حالات سے دوچار ہونا پڑتا ہے، ایسی صورت میں شریعت کا حکم یہ ہے کہ اول تسلیم ورضا کو اختیار کیا جائے اور اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو صبر کا دامن مضبوطی سے تھاما جائے، رضا کا مطلب یہ ہے کہ مؤمن کا دل اس یقین کی وجہ سے بالکل

مطمئن رہے کہ جو کچھ مصیبت و آزمائش مجھ پر آرہی ہے وہ سب میرے اللہ کی قضا و قدر سے ہے اور میرا آقا مجھے اسی حال میں رکھنا چاہتا ہے اس لئے میں اسی حالت سے خوش اور راضی ہوں، اور صبر کہا جاتا ہے تکلیف کے احساس اور اس کے زوال کی تمنا کے باوجود نفس کو ناراضگی یعنی قضا کی پسندیدگی سے روکے رکھنا اور اعضاء و جوارح کو بے صبری اور گھبراہٹ کے تقاضے پر عمل سے باز رکھنا۔

رضا بالقضاء ایک فضیلت کی چیز ہے لیکن صبر ہر مومن کے لئے واجب اور ضروری ہے، اور صبر کے اندر اللہ نے بہت ہی خیر رکھی ہے اور اس صبر کے ساتھ اللہ کی نصرت اور مدد بھی ہوتی ہے اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وأنّ النصر مع الصبر (اور یقین رکھو کہ نصرت صبر کے ساتھ ہے) زندگی کے اندر انسان کو مختلف قسم کے ظاہری و باطنی، دینی و دنیوی دشمنوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اور ان دشمنوں پر غلبہ اور اللہ کی نصرت صبر کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے، انسان کے حقیقی اور مخفی دشمن نفس، ہَویٰ (خواہش نفس) اور شیطان برابر اسے شہوت و معصیت میں مبتلا کرنے اور طاعت سے پھیرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں، اس لئے انسان کے لئے بھی محنت و مجاہدہ اور صبر ضروری ہے تاکہ ان دشمنوں پر غلبہ پاسکے اور نفس کو طاعت کا خوگر اور خواہش کو شریعت کے تابع بنا کر طاعات کو بجالائے اور معصیتوں سے بچنے والا بن جائے۔ اسی طرح صبر کے ذریعہ ظاہری دشمنوں پر بھی غلبہ اور کامیابی حاصل ہوتی ہے چنانچہ انسان کو معاشرے کے اندر مختلف مزاج کے لوگوں سے طرح طرح کی ناگوار باتیں اور اذیتیں پیش آتی ہی ہیں ایسی صورت میں اگر وہ صبر کا دامن چھوڑ بیٹھے تو اس کی زندگی وبال بن جاتی ہے اور اگر صبر و تحمل اور عفو و درگذر سے کام لیتا ہے تو خوشی اور کامیابی اس کے قدم بوس ہوتی ہے، اور یہی حال میدان کارزار میں دشمن کے مقابلے کے وقت بھی ہے کہ اگر دشمنوں کے سامنے صبر کے ساتھ ڈٹ جایا جائے اور ان سے زیادہ صبر و تحمل سے کام لیا جائے تو یقینا کامیابی قدم چومے گی۔

اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رنج و غم اور پریشانی کے ساتھ راحت ہے اور تنگی کے ساتھ آسانی ہے، یعنی کبھی انسان پر بڑے سخت حالات، آزمائشیں اور تنگی و پریشانی آجاتی

ہے لیکن ایسے وقت میں انسان کو نہ تو مایوس ہونا چاہئے اور نہ صبر وتحمل کا دامن چھوڑنا چاہئے، بلکہ اللہ کی ذات سے پر امید رہنا چاہئے کہ عنقریب تنگی و پریشانی اور رنج وغم کے یہ بادل چھٹ جائیں گے اور ایک خوش گوار انقلاب رونما ہوگا، اللہ تعالیٰ نے راحت کو پریشانی کے ساتھ اور آسانی کو تنگی کے ساتھ مربوط فرمایا ہے اس میں ایک راز یہ بھی ہے کہ جب پریشانی اور تنگی اپنی انتہا کو پہنچ جاتی ہے تو بندہ تمام مخلوق سے مایوس ہو کر اپنے رب حقیقی کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور اب اس کو صرف اللہ ہی سے امید ہوتی ہے کہ وہ اپنے فضل وکرم سے اس تنگی اور پریشانی کو دور فرمائے گا اور یہی توکل کی حقیقت ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''ومن یتوکلْ علی اللہ فھو حسبہ'' اور جس نے اللہ پر توکل کیا تو اللہ اس کے لئے کافی ہے۔

کافروں اور دشمنوں کی تمام تدبیروں کو بے اثر اور مسلمانوں کو نقصان پہونچانے کے تمام منصوبوں اور اسکیموں کو ناکام بنانے کا طریقہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتلا دیا ہے ارشاد ہے: ''وانْ تصبروا وتتقوا لا یضرکم کیدُھم شیأاِنّ اللہ بما یعملون محیط'' (سورۃ آل عمران آیت ۱۲۰) اور اگر تم صبر اور تقویٰ اختیار کئے رہو تو تم کو ان کی چالیں ذرا بھی نقصان نہ پہونچا سکیں گی، بے شک اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کا احاطہ کیے ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی تمام پریشانیوں کا حل اور ان کی فتح ونصرت کو صبر وتقویٰ کے ساتھ وابستہ بتلایا ہے۔

پردہ پوشی ایک اعلیٰ ایمانی و اخلاقی وصف

مفتی محمد وقاص رفیع

بشکریہ ماہنامہ الفاروق — کراچی

موجودہ دور میں ہماری اخلاقی برائیوں میں سے ایک برائی یہ بھی ہے کہ ہم لوگ ہمہ وقت دوسروں کے عیوب و نقائص اور اُن کی کمیوں اور کوتاہیوں کے ٹٹولنے کے درپے رہتے ہیں اور پھر جوں ہی کسی کی کوئی برائی یا عیب ہمارے ہاتھ لگتا ہے ہم پر سے کوّا بنا کر اسے ہوا میں اُڑا دیتے ہیں اور دوسرے کی تضحیک و استہزا سے اپنے نفس کو سکون مہیا کرتے ہیں، یہ انتہائی گھٹیا اور رذیل صفت ہے، جو ہمارے معاشرے میں بڑی تیزی کے ساتھ سرایت کرتی جارہی ہے، حالاں کہ اسلام نے مسلمان بھائی کے عیب و نقص اور اُس کی کمی و کوتاہی کو چھپانے اور اس سے چشم پوشی کرنے کا حکم دیا ہے اور اس کو ظاہر کرنے اور اس کی پردہ دری سے شدید نفرت اور سخت ناراضگی کا اظہار کیا ہے، چناں چہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی فرمائیں گے اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ دری کرے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ دری فرمائیں گے۔

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ میری ایک بیٹی تھی، جسے میں نے زمانۂ جاہلیت میں ایک دفعہ تو زندہ قبر میں دفن کر دیا تھا، لیکن پھر مرنے سے پہلے اسے باہر نکال لیا تھا، پھر اُس نے ہمارے ساتھ اسلام کا زمانہ پایا اور مسلمان ہوگئی، پھر اُس سے ایسا گناہ سرزد ہوگیا جس پر شرعی سزا لازم آتی ہے، اِس پر اُس نے بڑی چھری سے خود کو ذبح کرنے کی کوشش کی، ہم لوگ موقع پر پہنچ گئے اور اسے بچالیا،

لیکن اُس کے گلے کی کچھ رگیں کٹ گئی تھیں، پھر ہم نے اُس کا علاج کیا اور وہ ٹھیک ہوگئی، اس کے بعد اُس نے توبہ کی اور اُس کی دینی حالت بہت اچھی ہوگئی، اب ایک قوم کے لوگ اس کی شادی کا پیغام دے رہے ہیں، میں اُنہیں اس کی ساری بات بتادوں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ نے تو اس کا عیب چھپایا تھا، تم اسے ظاہر کرنا چاہتے ہو، اللہ کی قسم! اگر تم نے کسی کو اس کی کوئی بات بتائی تو میں تمہیں ایسی سزا دوں گا جس سے تمام شہریوں کو عبرت ہوگی، بلکہ اس کی شادی اس طرح کرو جس طرح ایک پاک دامن مسلمان عورت کی کی جاتی ہے۔

حضرت صالح بن کرز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میری ایک باندی سے زنا صادر ہوگیا، میں اسے لے کر حضرت حکم بن ایوب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گیا، میں وہاں بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے اور بیٹھ گئے، میں نے ان سے کہا میری باندی سے زنا صادر ہوگیا ہے، اب اِس کا معاملہ امام کے سامنے لے جانا چاہتا ہوں، تاکہ وہ اسے شرعی سزا دے، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایسا نہ کرو، اپنی باندی کو واپس لے جاؤ اور اللہ سے ڈرو اور اس کے عیب پر پردہ ڈالو! اور میری بات مانو، وہ بار بار مجھ پر اصرار فرماتے رہے، یہاں تک کہ میں باندی کو واپس گھر لے گیا۔ (کنز العمال)

ابوداؤد اور نسائی کی روایت میں ہے کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے منشی حضرت دُخین ابوالہیثم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے کہا ہمارے چند پڑوسی شراب پیتے ہیں، میں اُن کے لیے پولیس کو بلانا چاہتا ہوں، تاکہ وہ ان کو پکڑ لیں، حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ نے کہا ایسے نہ کرو، بلکہ ان کو وعظ و نصیحت کرو اور ان کو ڈراؤ! میں نے کہا میں نے انہیں روکا تھا، لیکن وہ رکے نہیں، اس لیے میں تو اب ان کے لیے پولیس کو بلانا چاہتا ہوں، تاکہ وہ ان کو پکڑ لیں، حضرت عقبہ نے کہا تمہارا ناس ہو! ایسے نہ کرو! کیوں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے کسی (مسلمان کے) عیب کو چھپایا تو گویا اس نے زندہ درگور لڑکی کو زندہ کیا۔

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک گھر میں تھے، ان کے ساتھ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی تھے، (اِتنے میں کسی کی ہوا خارج ہوگئی، جس کی) بدبو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے محسوس کی تو فرمایا کہ میں تاکید کرتا ہوں کہ جس آدمی کی ہوا خارج ہوئی ہے وہ کھڑا ہوجائے اور جاکر وضو کرے، اس پر حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اے امیرالمومنین! کیا تمام لوگ وضو نہ کرلیں؟ اِس سے مقصد بھی حاصل ہوجائے گا اور جس کی ہوا خارج ہوئی ہے اس کے عیب پر پردہ بھی پڑا رہے گا! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ آپ پر رحم فرمائے! آپ جاہلیت میں بھی بہت اچھے سردار تھے اور اسلام میں بھی بہت اچھے سردار ہیں (کہ پردہ پوشی کی کیسی اچھی اور عمدہ ترکیب آپ نے بتائی ہے)!! (کنز العمال)

بندۂ مومن کا ایمانی واخلاقی یہی وصف ہونا چاہیے کہ وہ دوسروں کے عیوب ونقائص کو نہ ٹٹولے اور ان کی کمیوں وکوتاہیوں کو آشکارا کرنے کے بجائے اپنے عیوب ونقائص کو ٹٹولے اور اپنی کمیوں وکوتاہیوں کو آشکارا کرے اور اُن کی اصلاح وہدایت کی کوشش وفکر کرے اور دوسرے لوگوں کے عیوب ونقائص پر پردہ ڈالے اور ان کی کمیوں وکوتاہیوں سے چشم پوشی برتے کہ اس سے جہاں دوسرے مسلمانوں کی پردہ پوشی ہوگی اور ان کی عزت نفس کا سامان ہوگا تو وہیں اس عمدہ اور نیک صفت کی بدولت اللہ تعالیٰ اس شخص کی بھی دنیا وآخرت میں پردہ پوشی فرمائیں گے اور اس کی بھی عزت نفس کی حفاظت فرمائیں گے۔

طابع وناشر وایڈیٹر (مولانا) محمد سلمان (صاحب) ناظم مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور
نے سہارنپور الیکٹرک پریس سہارنپور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ مظاہرعلوم سہارنپور سے شائع کیا

تدبیر کے ساتھ رجوع الی اللہ بھی ضروری!

حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب
سکریٹری وترجمان آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ

سی اے اے قانون کے خلاف اس وقت پورا ملک سراپا احتجاج بنا ہوا ہے؛ لیکن حکومت سمجھتی ہے کہ اپنی ضد پر اڑا رہنا، رعایا کے جذبات کو کچل دینا اور آنکھ کان بند کرکے حکومت کرنا کمال کی بات ہے؛ اس لئے وہ ذرا بھی اپنے موقف سے ہٹنے کو تیار نہیں ہے، اسے یہ بات جان لینی چاہئے کہ بدترین حکومت وہ ہے، جو رعایا کی بات سننے پر آمادہ نہ ہو اور جس کو طاقت کا نشہ اتنا بدمست کردے کہ مظلوموں کی آہیں اس کے کانوں سے ٹکرا ٹکرا کر واپس آجائیں، اور یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ ظلم وجبر ایک غیر فطری چیز ہے اور اس کو آج یا کل ان شاء اللہ ختم ہو کر رہنا ہے، اس سلسلہ میں یونیورسٹیوں کے طلبہ، سیکولر دانشور حضرات، فلم اور کھیل کی دنیا کے لوگ، ملک کے ریٹائرڈ قابل افسران اور میڈیا کے وہ لوگ جن کے ضمیر میں ابھی زندگی کی رمق باقی ہے، قابل تحسین بھی ہیں اور شکریہ کے مستحق بھی کہ وہ پوری جرأت اور حوصلہ کے ساتھ انصاف کی یہ لڑائی لڑ رہے ہیں۔

اسی پسِ منظر میں برادران اسلام سے عرض ہے کہ اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کے دو نظام کارفرما ہیں، ایک: ظامِ اسباب، دوسرے: نظامِ غیب، نظامِ اسباب یہ ہے کہ ظاہری اسباب کے واسطہ سے نتائج ظاہر ہوں، یہ ایک واضح حقیقت ہے، جس کو ہم روز وشب سر کی آنکھوں سے دیکھتے ہیں، اگر کوئی شخص آگ کے شعلہ کو اپنے ہاتھ میں لے لے تو اس کا ہاتھ جلے گا، اور تیرنے سے واقف نہ ہو پھر بھی گہرے دریا میں کود جائے تو یقیناً ڈوب جائے گا، یہ اسباب کا نظام ہے جو پوری کائنات میں کارفرما ہے، اور دنیا میں ہمارے سارے کام اسی ذریعہ سے انجام پاتے ہیں

۔نظامِ غیب کا مطلب یہ ہے کہ کسی چیز کے حاصل ہونے کا جو فطری ذریعہ ہوتا ہے، اس کے بغیر وہ چیز حاصل ہو جائے، یا جو چیز جس بات کا سبب بنتی ہو، اس کا وہ نتیجہ ظاہر نہ ہو پائے، جیسے : آگ میں انسان جل جاتا ہے؛ لیکن اللہ کے حکم سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ نے نہیں جلایا، حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے ساتھ بحر قلزم میں اتر گئے؛ لیکن سمندر انہیں ڈبو نہیں سکا، انسان اس دنیا میں باپ اور ماں کے واسطہ سے پیدا ہوتا ہے؛ لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف ماں کے ذریعہ پیدا کئے گئے، یہ اللہ تعالیٰ کا غیبی نظام ہے، آخرت کا تو پورا نظم ونسق اسی نظام کے تحت رہے گا؛ لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیا میں بھی وقتاً فوقتاً انسان کو اس نظام کی جھلک دکھائی جاتی ہے، اس لئے جیسے حکومت کے ظالمانہ رویہ سے مقابلہ کے لئے سیاسی اور عوامی جدوجہد کی جارہی ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ سے رجوع کا بھی اہتمام کرنا چاہئے، یہ اپنی مہم میں کامیابی حاصل کرنے کا غیبی نظام ہے۔

قرآن مجید میں مؤمنوں کے لئے آزمائشوں کا ذکر کرتے ہوئے صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنانے کا حکم دیا گیا ہے، اور ان کی شان بتائی گئی ہے کہ جب ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ کہتے ہیں: ''ہم اللہ کے لئے ہیں اور ہمیں اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے'' **إذا أصابتهم مصيبة قالوا إنا لله وإنا إليه راجعون** (البقرہ ۱۵۶) یعنی مؤمن کی شان یہی ہے کہ خوشی کا موقع ہو یا تکلیف کی گھڑی، ہر حال میں وہ خدا کو یاد رکھے اور اسی سے رجوع کرے۔

اللہ تعالیٰ سے رجوع کرنے کی صورت اللہ تعالیٰ سے دعاء کرنا ہے، یہ مؤمن کا ہتھیار ہے، اور اس سے مصیبتیں دور ہوتی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: صرف دعاء ہی ایسی چیز ہے، جس سے تقدیر کا فیصلہ بدلتا ہے: **لا يرد القضاء إلا الدعاء** (ترمذی عن سلمان الفارسی، حدیث نمبر ۲۱۳۹) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بندہ جب بھی دعاء کرتا ہے تو یا تو جو مانگتا ہے، اللہ تعالیٰ وہی عطا فرما دیتے ہیں، یا اسی کے مثل کوئی اور مفید چیز عنایت کرتے ہیں؛ بشرطیکہ وہ گناہ یا قطع رحمی کی دعاء نہ کرے: **ما أحد يدعو بدعاء إلا**

أعطاه الله ما سأل الخ (مسند احمد عن جابر، حدیث نمبر ۱۴۸۷۹)

سب سے اہم بات یہ ہے کہ دعاء سے انسان کو اللہ تعالیٰ کی معیت نصیب ہوتی ہے، اور بندہ کو اللہ کا ساتھ مل جائے، اس سے اہم بات اور کیا ہوسکتی ہے؛ چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا بندہ مجھ سے جو گمان رکھتا ہے، میں اسی کے مطابق اس کے ساتھ عمل کرتا ہوں، اور جب وہ مجھ سے دعاء کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں: **أنا عند ظن عبدی بی و أنا معه إذا دعانی** (مسلم عن أبی هريرة حدیث نمبر ۲۶۷۵) خاص کر ظالموں کے ظلم سے چھٹکارے کے لئے دعاء کی بڑی اہمیت ہے۔

سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام عراق میں نبوت سے نوازے گئے، وہاں ان پر بڑے مظالم ہوئے، انھوں نے عراق سے شام کی طرف ہجرت فرمائی، انہیں مصر سے گزرنا تھا، مصر کا بادشاہ بڑا ظالم و جابر تھا، کوئی شخص اگر اپنی بیوی کے ساتھ گزرتا اور وہ خوبصورت ہوتی تو بادشاہ زبردستی اس کو لے لیتا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ان کی بیوی حضرت سارہؑ بھی ہمسفر تھیں، اور اللہ تعالیٰ نے ان کو حسن و جمال سے بھی نوازا تھا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پہلے سے خطرہ تھا کہ وہ حضرت سارہؑ کو گرفتار کرلے گا؛ اس لئے انھوں نے حضرت سارہؑ سے فرمایا: اگر بادشاہ تم سے پوچھے کہ مجھ سے کیا رشتہ ہے؟ تو تم اپنے آپ کو میری بہن بتانا؛ کیوں کہ اس وقت دنیا میں ہم ہی دو مسلمان ہیں، اس رشتہ سے ہم بھائی بہن ہوئے، یہ بات اس لئے فرمائی کہ بادشاہ صرف گزرنے والوں کی بیوی کو اپنے تصرف میں لیا کرتا تھا نہ کہ بہن کو؛ مگر آخر وہی ہوا جس کا ڈر تھا، اہل ایمان کے اس مختصر قافلہ کو دیکھ کر اس کی نیت خراب ہوگئی، اور یہ بتانے کے باوجود کہ وہ بیوی نہیں ہیں، بہن ہیں، اس نے حضرت سارہؑ کو گرفتار کرلیا، پھر جب اس نے حضرت سارہؑ کے پاس آنا چاہا تو انھوں نے وضوء کیا، نماز میں مشغول ہوگئیں اور دعاء کی: اے اللہ! آپ کو معلوم ہے کہ میں آپ پر اور آپ کے رسول پر ایمان لائی ہوں اور اپنے شوہر کے سوا میں نے ہر ایک سے اپنی عصمت کو

محفوظ رکھا ہے؛ لہٰذا مجھ پر اس کافر کو مسلط نہ فرمائیے، دعاء کرنا تھا کہ وہ ظالم بے ہوش ہو گیا اور پاؤں پٹخنے لگا، حضرت سارہؑ پھر اللہ تعالیٰ سے رجوع ہوئیں کہ اگر یہ مر گیا تو کہا جائے گا: میں نے ہی اسے مار دیا ہے؛ اس لئے اسے ہوش عطا کر دیجئے، وہ ہوش میں آ گیا، اس طرح تین یا چار بار حضرت سارہؑ کو نشانہ بنانے کی کوشش کی، ہر بار حضرت سارہؑ نے دعاء کی اور وہ اسی کیفیت میں مبتلا ہوا، اخیر میں اس نے تنگ آ کر اپنے مصاحبین سے کہا کہ تم لوگوں نے میرے پاس شیطان کو بھیج دیا ہے، ان کو ابراہیم (علیہ السلام) کے حوالہ کر دو، نیز حضرت ہاجرہؑ کا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے نکاح کر دیا (مسند احمد عن ابی ھریرۃ، حدیث نمبر ۹۲۴۱)

یہ حدیث بتاتی ہے کہ ظالموں کے تسلط کو روکنے اور ان سے مقابلہ کرنے کے لئے دعاء ایک طاقتور ہتھیار ہے؛ اس لئے موجودہ حالات میں ہمیں ضرور اس کا اہتمام کرنا چاہئے، دعاء ہی کی ایک صورت استغفار ہے، یہ بھی مصیبتوں سے نجات پانے کا ایک غیبی نسخہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو استغفار کا اہتمام کرے، اللہ تعالیٰ اس کے لئے مصیبت سے باہر نکلنے کا راستہ بنا دیتے ہیں، ہر فکر سے نجات عطا فرماتے ہیں، اور ایسے طریقہ پر رزق عطا کرتے ہیں، جس کا آدمی کو گمان بھی نہ ہو: **من لزم الاستغفار جعل اللہ له من كل ضيق مخرجا، ومن كل همّ فرجا، ورزقه من حيث لا يحتسب** (سنن ابوداؤد، عن ابن عباس، حدیث نمبر ۱۵۱۸) اس لئے استغفار کا بھی خصوصی اہتمام کرنا چاہئے۔

آزمائش کے ایسے حالات کے لئے ایک خاص ذکر بھی مروی ہے، اور وہ ہے: **حسبنا اللہ ونعم الوكيل**، حدیث میں ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو انھوں نے یہی پڑھا اور جب مسلمانوں کو ڈرایا گیا کہ دشمن طاقتیں تمہارے خلاف کھڑی ہیں، تم ان سے ڈر کر رہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی پڑھا (بخاری عن ابن عباسؓ کتاب التفسیر، حدیث نمبر ۴۵۶۳)

قرآن مجید میں صحابہؓ کا عمومی طرز عمل بھی یہی بیان فرمایا گیا ہے کہ جب لوگ انہیں مسلمان کے خلاف مخالفین کے اکٹھا ہونے سے ڈراتے تو وہ کہتے: **حسبنا اللہ ونعم الوكيل**۔

اسی طرح درود شریف کی کثرت کرنی چاہیئے ؛ کیوں کہ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا جائے تو اللہ کی طرف سے دس رحمتیں نازل ہوتی ہیں: **من صلی علیہ واحدۃ صلی اللہ علیہ عشرا** (مسلم، باب الصلوٰۃ علی النبی بعد التشہد ، حدیث نمبر ۴۰۸) رحمتوں کے نازل ہونے میں مصیبتوں کا دور ہونا بھی شامل ہے، اس لئے دعاء کے ساتھ ساتھ استغفار، حسبنا اللہ ونعم الوکیل اور درود شریف کی کثرت کی جائے اور تمام لوگ روزانہ کم سے کم دو رکعت نماز حاجت کا بھی اہتمام کریں ؛ تا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا دروازہ وا ہو اور شریروں کی شرارت سے تمام برادران اسلام اور برادران وطن کو نجات حاصل ہو۔

ظالموں کے تسلط سے نجات کے لئے شریعت میں ایک خصوصی دعاء نماز کے ساتھ رکھی گئی ہے، جس کو "قنوت نازلہ" کہا جاتا ہے، ایسے مواقع پر خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دعا کا اہتمام فرمایا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابۂ کرام ؓ نے بھی مشکل مواقع پر یہ نماز ادا کی ہے، اور اس پر امت کا تعامل رہا ہے، حدیث وفقہ کی کتابوں میں اس کی تفصیل موجود ہے، ابھی دو تین ہفتہ پہلے موجودہ حالات کے پس منظر میں راقم الحروف نے اسی عنوان پر ایک مختصر تحریر لکھی تھی، اس دعاء کا بھی فجر کی نماز میں اہتمام کرنا چاہیئے۔

حاصل یہ ہے کہ ہمیں اِن حالات سے گھبرانا نہیں چاہیئے ، اللہ پر بھروسہ رکھنا چاہیئے ، ایک طرف اسباب کے درجہ میں سیاسی اور احتجاجی کوششیں جاری رہیں اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کے نظامِ غیب پر یقین کے ساتھ پوری توجہ دی جائے ، اور دعاء والتجاء کا عمل بھی جاری رہے، تو جب انسانی کوشش اور تدبیر کے ساتھ رجوع الی اللہ کا عمل جمع ہو جائے تو ان شاء اللہ ضرور کامیابی حاصل ہوگی، وباللہ التوفیق وھو المستعان۔

علم دین مستند ذرائع سے حاصل کیجئے

مولانا مفتی محمد جاوید مظاہری سہارنپوری

استاذ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

ہمارا یہ دور فتنوں کا دور کہلاتا ہے، چارسو فتنے ہیں، بدعات وخرافات کے فتنے، افکار و نظریات کے فتنے، نت نئی تحقیقات وانکشافات کے فتنے، بے حیائی کا فتنہ، عریانی و بے حجابی کا فتنہ، حدیدیت ونیچریت کا فتنہ، الحادو باطینت کا فتنہ۔

فتنوں کی اس لمبی فہرست میں سب سے زیادہ سنگین وخطرناک معاملہ دینی وعلمی فتنوں کا ہے، ایمان سوز فتنوں کا ہے، افرادواشخاص، طبقات وتحریکات اور فِرق و جماعات کے ذریعہ قرآن وحدیث کی متوارث ومنقول تصویر وتصور کو بدلنے کی سازش و کوشش کا فتنہ سب سے خطرناک ہے، دجل وتلبیس کی ایسی گرم بازاری ہے، ہر جاہل وعامی محض اردو کتب اور تراجم کی مدد سے قرآن وحدیث کا درس دینے لگا ہے، عجب آزادی کا زمانہ ہے، نااہل لوگ قرآن و حدیث کے ترجمان بن گئے ہیں، اپنے اپنے نقطۂ نظر اور من پسند اصولوں کے تحت قرآن وحدیث کی من مانی تشریحات وتاویلات کے پردہ میں الحادوزندیقیت کے جرائم کا ارتکاب کررہے ہیں، بڑی بے باکی وآزادی سے زبان وقلم کے ذریعہ قرآن وحدیث کو تختۂ مشق بنارہے ہیں، اور ایسے جاہل لوگوں کی بھی کمی نہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ ان خودساختہ اسکالروں اور پروفیسروں کا فہم ومنطق علماء وصلحاء اور وارثینِ انبیاء سے بھی بہتر ہے، کون علماء؟ وہ علماء جنہوں نے اپنی پوری زندگی علوم نبوت کی تعلیم وتعلم میں صرف کردی، اور بسترِ مرگ پر بھی ان کے منہ سے یہ الفاظ نکلتے رہے کہ: کاش میں اس سے زیادہ جانتا، اور اس سے زیادہ مطالعہ کرتا، کیونکہ میں کچھ نہیں جانتا‘۔

بڑا مسئلہ آیات وروایات اور احکام ومسائل کی اپنی سمجھ، اپنے مزاج وخیال اور اپنے

اپنے نقطۂ نظر سے متاثر ہو کر خود ساختہ تاویل وتشریح سے پیدا ہوتا ہے، اور یہی بات فتنوں او رفرقہ بندیوں کا سبب بنی ہوئی ہے۔

بلا شبہ قرآن پاک سہل ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی تعلیمات آسان ہیں، وہ دنیا و آخرت کے جن حقائق کی طرف لوگوں کو متوجہ کرنا چاہتا ہے وہ واضح ہیں، اس کی تعلیمات پر عمل کرنا دشوار نہیں، ان کو جتنا ایک عربی داں سمجھ سکتا ہے، اتنا ہی ایک غیر عربی داں بھی سمجھ سکتا ہے، شہری، دیہاتی، خواندہ ناخواندہ، عامی وخاص سب اس میں بقدر عقول مساوی ہیں، لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہر کس و ناکس عربی زبان کی شد بد حاصل کر کے قرآن کے مطالب پر حکومت کرنے لگے، مجتہدانہ طور پر اس سے احکام ومسائل کا استخراج واستنباط کرنے لگے، قرآن کی کسی آیت کو پڑھ کر اس کے واقعی اور حقیقی مفہوم کو متعین کرنے لگے، فہم قرآن کا معاملہ ایسا بھی آسان نہیں کہ ہر شخص خواہ اہل ہو یا نا اہل، کلام الٰہی کی منشا و مراد متعین کرنے کی طبع آزمائی کرنے لگے، قرآن کریم میں بعض آیات غیر محکم ومتشابہ ہیں جن کے پیچھے پڑنا جائز نہیں۔

هُوَ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلَیْکَ الْکِتَابَ مِنْهُ اٰیَاتٌ مُّحْکَمَاتٌ هُنَّ اُمُّ الْکِتَابِ وَ اُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغَآءَ تَأْوِیْلِهٖ وَ مَا یَعْلَمُ تَأْوِیْلَهٗ اِلَّا اللّٰهُ وَ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ کُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَ مَا یَذَّکَّرُ اِلَّا اُولُوا الْاَلْبَابِ

وہی ہے جس نے اتاری تجھ پر کتاب، اس میں بعض آیتیں محکم ہیں یعنی ان معنی واضح ہیں، وہ اصل ہیں کتاب کی اور دوسری ہیں متشابہ یعنی جن کے معنی معلوم یا معین نہیں، سو جن کے دلوں میں کجی ہیں وہ پیروی کرتے ہیں متشابہات کی، گمراہی پھیلانے کی غرض سے اور مطلب معلوم کرنے کی وجہ سے اور ان کا مطلب کوئی نہیں جانتا، سوا اللہ کے، اور مضبوط علم والے کہتے ہیں، ہم اس پر یقین لائے، سب ہمارے رب کی طرف سے اتری ہیں اور سمجھانے سے وہی سمجھتے ہیں جن کو عقل ہے (ترجمہ شیخ الہند)

امام شافعی کے بقول جب تک کسی شخص کو عربی عبارت کو عربی کے ہی انداز وتعبیر کے

مطابق سمجھنے کی صلاحیت نہ ہوگی وہ قرآن مجید کے بلیغ اسلوب بیان اور اس کے مخصوص انداز تعبیر سے واقف نہ ہو سکے گا اور قرآنی مفہوم کے بہت سے پہلو اسکی عقل میں نہ آسکیں گے۔

حضرت عمر بن خطابؓ کے عہد میں ایک واقعہ پیش آیا، ایک شخص جو قرآن پاک کی تعلیم دیتے تھے لیکن ان کو عربیت پر مکمل عبور نہ تھا جس کے نتیجہ میں ان سے زبر زیر کی ایسی فحش غلطی ہوئی جو ''محرم سے مجرم'' اور ''خدا سے جدا'' بنا دینے والی تھی، چنانچہ سورۃ براءت کی آیت (ان اللہ بریٔ من المشرکین ورسولُہ) میں رسولُہ کی لام پر کسرہ پڑھ کر خدائے پاک اور اسکے رسول کریم میں لاتعلقی و بے زادی ثابت کردی، کہ خدا جس طرح مشرکوں سے لاتعلق و بیزار ہے اس طرح اپنے رسول سے بھی لاتعلق و بیزار ہے، پڑھنے والے شاگرد نے کہا کہ جب خدا کو رسول سے کوئی تعلق نہیں تو پھر ہمیں ہی رسول سے وابستگی کی کیا ضرورت ہے، (ان یکن اللہ تعالیٰ بریٔ من رسولِہ فانا أبر أُمنہ) قصہ حضرت عمرؓ کی بارگاہ میں پہونچا آپؓ نے قصہ سن کر برہمی کا اظہار فرمایا اور فرمان جاری کیا کہ آئندہ ہر کس و ناکس قرآن پاک کی تعلیم نہ دے، قرآن کی تعلیم وہی دے جو عربی زبان سے واقف ہو (لا یقریٔ القرآن الا عالم باللغۃ)

حجۃ الاسلام امام غزالی احیاء علوم الدین میں فرماتے ہیں، عوام کا فرض ہے کہ وہ ایمان و اسلام لا کر اپنی عبادات اور دینی مراسم بجالاتے ہوئے اپنے کاروبار و روزگار میں مشغول رہیں، علم کی باتوں میں مداخلت نہ کریں، اس کو علماء کے حوالہ کردیں، عامی شخص کا علمی مسئلہ میں بحث بازی کرنا زنا اور چوری سے بھی زیادہ خطرناک ہے، کیونکہ جو شخص دینی علوم میں بصیرت اور پختگی نہیں رکھتا وہ اگر اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں اور دین کے (حساس و نازک) مسائل میں بحث کرتا ہے تو بہت ممکن ہے وہ ایسی رائے قائم کرے جو کفر ہو، اور اسکو اس کا احساس بھی نہ ہو کہ جو اس نے سمجھا ہے وہ کفر ہے، اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو تیرنا نہ جانتا ہو اور سمندر میں کود پڑے۔

انما حق العوام ان یومنوا ویسلموا و یشتغلوا بعبادتھم و معائشھم و یترکوا العلم

للعلماء فالعامی لو یزنی و یسرق خیراً له من ان یتکلم فی العلم فانه من تکلم فی اللّٰہ و دینه من غیر اتقان العلم وقع من حیث لا یدری کمن یرکب لجة البحر و هو لا یعرف السباحة

ظاہر ہے کہ موچی کپڑا نہیں سی سکتا، درزی جوتے نہیں گانٹھ سکتا، جسمانی طبیب روحانی امراض کا اور روحانی طبیب جسمانی امراض کا علاج نہیں کرسکتا، قانون کی تشریح کا حق وکلاء و بیرسٹروں کو ہے، ہرا یرا غیرا نہ قانون کی زبان سمجھ سکتا ہے، اور نہ قانون کی تشریح کرسکتا ہے، جب دنیا کا کوئی فن بھی ماہرین فن کی صحبت اور تربیت کے بغیر صرف مطالعہ کتب سے حاصل نہیں ہوسکتا، تو دین کی فہم وتفقہ اس اصول سے کیوں مستثنیٰ ہے۔

علم چند کتابیں پڑھ لینے سے نہیں، بلکہ اساتذہ فن کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرنے سے آتا ہے، ورنہ کتا بچہ کو ''کُتّا بَچّہ'' شیر (درندہ) کو شیر (دودھ) پیر مرشد کو پیر (پاؤں) پڑھے گا اور ان میں فرق سے جاہل وغافل رہے گا۔

مسلمانوں کو چاہئے مستند علماء اور اکابر اہل حق کے علاوہ کسی کو وعظ وارشاد اور درس وتدریس کی مسند پر نہ بیٹھنے دیں، اور نہ اس کے حلقہ درس میں بیٹھیں، ہر مقرر و واعظ یا وسیع معلومات رکھنے والے نام نہاد اسلامی اسکالر اور پروفیسر کی بات پر کان نہ دھریں بلکہ اس کے بارے میں تحقیق کرلیا کریں کہ یہ صاحب کون ہیں؟ کس درسگاہ سے علم حاصل کیا ہے، ان کا علم خودرو اور ذاتی مطالعہ کی پیداوار تو نہیں، انکے اساتذہ کون ہیں؟

ان کے علم وتحقیق کا حدود اربعہ کیا ہے؟ یہ کسی گمراہ، بے دین ملحد اور مستشرق اساتذہ کے شاگرد تو نہیں، ان کے افکار ونظریات کیا ہیں؟ کہیں یہ منکر حدیث، منکر صحابہ، منکر معجزات، منکر ختم نبوت، یا اسکا چیلہ چانٹا تو نہیں؟

عن عبد اللّٰہ بن مسعود: انظروا من تجالسون و عمن تاخذون دینکم فان الشیاطین یتصورون فی آخر الزمان فی صور الرجال فیقولون حدثنا و اخبرنا و اذا جلستم الی رجل فاسئلوه عن اسمه وَ اسم ابیه و عشیرته فتفقدوه اذا غاب (کنز العمال ۱۰/۲۱۴)

تم دیکھ لیا کرو کن لوگوں کے ساتھ بیٹھتے ہو، اور کن لوگوں سے دین حاصل کرتے ہو کیونکہ آخری زمانہ میں شیاطین انسانوں کی شکل اختیار کر کے انسانوں کو گمراہ کرنے آئیں گے، اور اپنی جھوٹی باتوں کو سچا باور کرانے کے لئے جعلی سند بیان کر کے محدثین کے طرز پر کہیں گے "حدثنا واخبرنا" مجھے فلاں نے بیان کیا مجھے فلاں نے خبر دی، لہٰذا جب تم کسی آدمی کے پاس دین سیکھنے کے لئے بیٹھو تو اس سے اس کا، اس کے باپ کا اور اس کے قبیلہ کا نام پوچھ لیا کرو، اس لئے کہ جب وہ غائب ہو جائے گا تو تم اس کو تلاش کرو گے اور وہ نہ ملے گا۔

عن محمد بن سیرین: ان هذا العلم دین فانظروا عمن تاخذون دینکم (مسلم)

یہ علم "دین" ہے لہٰذا جس سے یہ دین حاصل کرو اس کی جانچ پرکھ کر لو۔

یا الٰہی بادشاہت ہے فقط زیبا تجھے

جناب شاہین اقبال اثرؔ

تو ہے داتا تو ہے آقا تو مرا پروردگار		تیرے قدموں پر جبیں رکھنا ہے میرا افتخار
تو ہی ملجا تو ہی ماویٰ تو ہی میرا کارساز		تو اگر ہو ساتھ تو حالات خود ہوں سازگار
میں نے مانا میں ہوں عاصی میں نہیں پرہیزگار		پر الٰہی تیری رحمت کا ہوں میں امیدوار
واقعی میرے گناہوں کا نہیں کوئی شمار		پر تری رحمت جو لامحدود ہے پروردگار
کُل جہاں بے بس ہے مولیٰ، ایک تو بااختیار		بھیک ہے ادنیٰ سی تیری، تخت و تاج و اقتدار
یا الٰہی بادشاہت ہے فقط زیبا تجھے		تیرا بندہ تیری عظمت تیری قدرت کے نثار
ایک ہی میری تمنا ایک ہی میری تڑپ		ہو ترے دربار میں حاضر یہ بندہ بار بار

میری کشتی گرچہ ہے گرداب میں اے کردگار
تیری اک موجِ کرم سے ہو اثرؔ کا بیڑا پار

صلاۃ الأوّابین کی تحقیق احادیث کی روشنی میں

عربی تحریر:- مولانا عبدالعظیم صاحب بلیاوی
استاذِ تخصص فی الحدیث الشریف جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

یہ مضمون اصلاً عربی میں تحریر کیا گیا، جو مظاہر علوم کے عربی مجلہ ''المظاہر'' کے جمادی الاولی، جمادی الآخرہ ۱۴۴۰ھ کے شمارہ میں ''التحقیق الحدیثی لصلاۃ التطوع بعد المغرب المعروف بصلاۃ الأوابین'' کے عنوان سے شائع ہوا، جامعہ کے متعلم مولوی ابوامامہ مہاراشٹری کے قلم سے اسے اُردو قالب میں پیش کیا جارہا ہے۔

سوال:- امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی ''سنن'' میں مغرب کی نماز کے بعد چھ رکعت نفل کی فضیلت کے سلسلہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث روایت کی ہے، دریافت یہ کرنا ہے کہ حدیثی طور پر اس کا کیا حکم کیا ہے؟ اور لوگوں کے سامنے اس کو بیان کرنا اور اس پر عمل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:- امام ترمذی رحمہ اللہ نے أبواب الصلوٰۃ / باب ماجاء فی فصل التطوع وست رکعات بعد المغرب ۱/ ۹۸ (رقم ۴۳۵) پر یہ حدیث زید بن الحباب عن عمر بن أبی خثعم، عن یحی بن أبی کثیر، عن أبی سلمۃ کے طریق سے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: **من صلی بعد المغرب ست رکعات لم یتکلم فیما بینھن بسوء عُدِلْنَ له بعبادة ثنتي عشرة سنةً.** ''جو شخص مغرب کی نماز کے بعد چھ رکعات اس طرح پڑھے کہ ان کے درمیان کوئی بری بات نہ کرے تو اس کو ان کے بدلے میں بارہ سال کی عبادت کا ثواب دیا جاتا ہے۔ امام ترمذی نے فرمایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے واسطہ سے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ: **من صلّی بعد المغرب عشرین رکعةً بنی الله له بیتًا**

في الجنة ''جو شخص مغرب کے بعد بیس رکعات پڑھے گا اللہ تعالی جنت میں اس کے لیے ایک گھر بنائیں گے''، امام ترمذی نے فرمایا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ''غریب حدیث ہے'' ہم اسے صرف زید بن حباب، عن عمر بن أبی خثعم کے طریق سے ہی جانتے ہیں، اور امام بخاری رحمہ اللہ کو میں نے یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ: عمر بن عبداللہ بن أبی خثعم ''منکر الحدیث ہے'' نیز انہوں نے اس کو بہت ضعیف راوی قرار دیا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ امام ترمذی کا بلفظہ پورا کلام ہے جس کے ذریعہ انہوں نے یہ اشارہ کیا کہ اس حدیث کو بیان کیا جاسکتا ہے اور اس پر عمل بھی کیا جاسکتا ہے، اس لیے کہ یہ اگرچہ ضعیف ہے، لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث بھی مغرب کے بعد کی نفل کی فضیلت کے سلسلہ میں ہے اس طرح یہ اُس کے بعض مضمون کے شاہد کی حیثیت رکھتی ہے۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث کو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح (۲/ ۲۰۷) میں اور ابن ماجہ نے (۱/ ۸۱ رقم ۱۱۶۷، ۱/ ۹۸) میں اور امام طبرانی نے ''المعجم الأوسط'' (رقم ۸۱۹) میں بھی روایت کیا ہے۔

اور جہاں تک عمر بن أبی خثعم کی بات ہے تو ان کے بارے میں اگرچہ امام بخاری نے سخت کلام کیا ہے اور ایسا ہی ابوزرعہ سے بھی منقول ہے کہ انہوں نے کہا کہ یہ واہی الحدیث ہے، یہ یحی بن أبی کثیر سے تین حدیثیں روایت کرتے ہیں اگر یہ تین احادیث پانچ سو احادیث کے بھی درمیان میں ہوتیں تو ان سب حدیثوں کو خراب کردیتی۔ (''ابوزرعۃ الرازی وجھودہ فی السنۃ النبویۃ'' ۲/ ۷۹۲)

لیکن ابن عدی نے ان پر ہلکا کلام کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ: یہ منکر الحدیث ہے، ان کی بعض احادیث کا کوئی متابع نہیں ہے۔ (''الکامل'' رقم ۱۲۴۱)

بلکہ ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں ان کی حدیث کی تخریج کرکے ان کے معاملہ کو کچھ طاقت دی ہے کیونکہ ان کا اپنی صحیح میں کسی کی روایت لینا اس کی توثیق کو مستلزم ہوتا ہے، ان تمام باتوں سے خلاصہ نکال کر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''تقریب'' میں انہیں صرف ضعیف

کہا جس سے یہ معلوم ہو گیا کہ فضائل کے باب میں ان کی حدیث عمل کے قابل ہے جیسا کہ اس مرتبہ کے راویوں کا حکم ہے۔

اور امام ترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی جو حدیث تعلیقا ذکر کی ہے ابن ماجہ نے بھی (۱/ ۹۸ رقم ۱۳۷۳) اس کی تخریج کی ہے اور یہ اس سے بھی زیادہ ضعیف ہے کیونکہ اس میں ایک راوی یعقوب بن الولید المدینی ہے، جس کو امام احمد وغیرہ نے جھوٹا قرار دیا ہے۔ (دیکھئے: تقریب التہذیب)

اور اس مضمون کی دوسری کئی احادیث بھی مروی ہیں چنانچہ محمد بن نصر المروزی نے مختصر قیام اللیل (ص:۸۷) پر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً یہ حدیث روایت کی ہے کہ: **من صلّی ستّ رکعات بعد المغرب قبل أن یتکلم غُفِرَ له بها ذنوب خمسین سنة** جو شخص مغرب کے بعد کسی طرح کی گفتگو کرنے سے پہلے چھ رکعات پڑھیگا، ان کے بدلے اس کے پچاس سال کے گناہ معاف کردیئے جائیں گے، اس حدیث کے راوی محمد بن غزوان الدمشقی ہیں جس کی وجہ سے یہ روایت بہت زیادہ ضعیف ہے، ابوزرعہ نے ان کے بارے میں فرمایا کہ یہ منکر الحدیث ہے، اس حدیث کو مٹادو کیونکہ یہ موضوع حدیث کے مشابہ ہے اور ابن حبان نے فرمایا کہ اس سے استدلال کرنا درست نہیں ہے۔

اور امام طبرانی نے ''المعجم الصغیر'' (۹۰۱) اور ''المعجم الاوسط'' (۷۲۴۵) میں عمار بن یاسر سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ: میں نے اپنے محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ انہوں نے مغرب کے بعد چھ رکعات پڑھی، اور فرمایا کہ: **من صلی بعد المغرب ست رکعات غُفِرَت له ذنوبُه وإن کان مثل زبد البحر.** جو شخص مغرب کے بعد چھ رکعات پڑھے گا اس کے تمام گناہ معاف کردئے جائیں گے خواہ وہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔

امام طبرانی نے فرمایا کہ: صالح بن قطن البخاری اس کی روایت کرنے میں متفرد ہیں، ہیثمی نے فرمایا کہ: مجھے نہیں ملا کہ کسی نے انکے ترجمہ کو بیان کیا ہے، (مجمع الزوائد ۲/ ۲۳۰) اور ابن الجوزی نے فرمایا کہ: اس میں کئی مجہول رواۃ ہیں (العلل المتناہیۃ ۱/ ۴۵۶)

اورابن المبارک نے ''الزہد'' (۱۲۶۴) میں اورانہی کے طریق سے مروزی نے عبد الکریم بن الحارث سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: **من ركع عشر ركعات بين المغرب والعشاء بُنِيَ له قصر في الجنة، فقال عمر إذًا نُكْثِر قصورنا أو بيوتنا يا رسول الله، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الله أكثر وأفضل، أو قال: أطيب.** جوشخص مغرب اورعشاء کے درمیان دس رکعات پڑھے گا اس کے لئے جنت میں ایک محل تعمیر کیا جائیگا، تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اے اللہ کے رسول! تب تو ہم زیادہ سے زیادہ اپنے محل یا گھر بنوائیں گے پھر اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ زیادہ دینے والے اور اچھا دینے والے ہیں۔

یہ حدیث معضل ہے اس لیے کہ: عبد الکریم ثقہ اور عابد ہیں لیکن وہ چھٹے طبقہ کے ہیں، جن کی کسی صحابی سے ملاقات ثابت نہیں۔ (دیکھئے تقریب التہذیب)

اورعبد الرزاق (رقم الحدیث ۴۷۲۸) ابن المبارک (الزہد ۱۲۶۲) بغوی (شرح السنۃ ۸۹۲) اور ابن أبی شیبہ (۵۹۸۴) نے حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے موقوفاً یہ روایت نقل کی ہے کہ: **من أدمن —وعند بعضهم: من صلى— أربعًا بعد المغرب كان كالمعقب غزوة بعد غزوة.** جوشخص پابندی سے مغرب کے بعد چار رکعات پڑھتا ہے (اور بعض روایتوں میں پابندی کی قید نہیں ہے) وہ ایک غزوہ کے بعد پھر دوبارہ غزوہ کرنے والے کی طرح ہوتا ہے۔

اس روایت میں ''موسی بن عبیدہ'' ایوب بن خالد'' سے روایت کرتے ہیں موسیٰ ضعیف ہیں اور أیوب میں ہلکا سا ضعف ہے۔ (دیکھئے تقریب التہذیب)

اورابن المبارک نے (الزہد ۱۲۵۹) میں اورانہی کے طریق سے محمد بن نصر المروزی (ص ۸۸) نے محمد بن المنکدر سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: **من صلى ما بين المغرب إلى صلاة العشاء فإنها صلاة الأوابين.** مغرب اورعشاء کے درمیان جوشخص نفل نماز پڑھتا ہے وہی صلاۃ الاوابین ہے یعنی توبہ کرنے والوں کی نماز ہے، یہ روایت مرسل ہے اور اس کی سند حسن درجہ کی ہے۔

اورابن المبارک نے ''الزہد'' (١٢٦٠) میں اورابن ابی شیبہ (٥٩٧٣) نے عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ: صلاة الأوابين الخلوة التي بين المغرب والعشاء حتى يثوب الناس إلى الصلاة . توبہ کرنے والوں کی نماز اس خالی حصہ کی نمازیں کہلاتی ہیں جو مغرب اور عشاء کے درمیان ہے۔

یہ ابن المبارک کے الفاظ ہیں، اورابن ابی شیبہ کے الفاظ ہیں: صلاة الأوابين ما بين أن ينكفت أهل المغرب إلى أن يثوب إلى العشاء. توبہ کرنے والوں کی نماز مغرب کے نمازیوں کے واپس جانے اور عشاء کے لئے نمازیوں کے آنے کے درمیانی حصہ کی نماز کہلاتی ہے۔اس روایت میں موسیٰ بن عبیدہ ہیں یہ ضعیف ہیں۔

اورابن ابی شیبہ (٥٩٧٤) اوربیہقی (٢٠/٣) نے صحیح سند سے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ: عليكم بالصلاة فيما بين العشائين، فإنه يخفف عن أحدكم من حزبه ويذهب عنه مَلغاة أول الليل، فإن ملغاة أول الليل مهدنة –أو مذهبة– لآخره. تم دونوں عشاؤں (مغرب وعشاء) کے درمیان کے حصہ میں نماز پڑھنا اپنے لیے لازم کرلو اس لیے کہ یہ تمہارے رات کے وظیفہ کو ہلکا کردیتا ہے اوررات کے ابتدائی حصہ میں لغو لایعنی کام کرنے سے بچادیتا ہے کیوں کہ رات کے ابتدائی حصہ کی لغو ولایعنی اس کے آخری پہر کی سستی اورکاہلی کا سبب ہے، یا فرمایا: اسکو ضائع کردیتی ہے، اسی طرح عبدالرزاق نے بھی روایت کیا ہے اوراس میں ایک مبہم راوی ہے۔(باقی آئندہ)

دعائے مغفرت وایصال ثواب کی درخواست

مؤرخہ ۴/جمادی الاولی ۱۴۴۱ھ مطابق ۳۱/دسمبر ۲۰۱۹ء سہ شنبہ کو میری والدہ محترمہ ایک مختصر علالت کے بعد اللہ کو پیاری ہوگئیں۔ **اناللہ وانا الیہ راجعون**

قارئین کرام سے دعائے مغفرت اورایصال ثواب کی خصوصی درخواست ہے۔

درخواست گذار:

عبداللہ خالد قاسمی خیرآبادی مرتب ماہنامہ مظاہر علوم سہارنپور

پاسباں مل جائیں گے کعبہ کو اسی صنم خانے سے!

(ملک کے سنگین حالات کے پس منظر میں دعوتِ فکر وعمل)

مولانا محمد الیاس ندوی بھٹکلی

عالم اسلام کے ان تشویشناک حالات اور خود اپنے ملک کی ناگفتہ بہ صورت حال میں اسپین کی تاریخ کے مطالعہ کی روشنی میں ہمیں اب ان کوتاہیوں اور غفلتوں سے بھی بچ کر رہنے کی ضرورت ہے جس کی وجہ سے الحاد وارتداد کی شکل میں وہاں اللہ کا عذاب نازل ہوا تھا، تاریخ بتاتی ہے کہ دعوتی فرائض سے غفلت اور برادرانِ وطن تک اسلام کا پیغام نہ پہنچانا ان کا سب سے بڑا اور بنیادی جرم تھا، آج ہم سے بھی اس ملک میں پھر وہی غلطی سرزد ہورہی ہے؛ چنانچہ ہمیں شکوہ ہے کہ ہمارے حکمرانوں کی طرف سے ظلم پر ظلم کے باوجود ان کی پکڑ کیوں نہیں ہورہی ہے اور ہم مظلوموں کے لیے آسمان سے اللہ کی مدد کیوں نہیں آرہی ہے، دراصل قرآن وحدیث کی روشنی میں ظالم وہ نہیں، ہم ہیں اور مظلوم ہم نہیں، وہ ہیں۔ عادۃ اللہ یہ رہی ہے کہ جب بندگانِ خدا تک دعوت کا پیغام پہنچ جاتا ہے اور وہ مسلسل انکار کرکے پھر اہلِ ایمان پر ظلم کرتے ہیں تو ان کی پکڑ ہوتی ہے، اپنے ملک کے اسّی فیصد برادرانِ وطن کے تعلق سے اس وقت ہم اہلِ ایمان کیا یہ کہنے کی پوزیشن میں ہیں کہ ہم نے توحید ورسالت کی عظیم امانت کو ان تک پہنچادیا ہے یا کم از کم ان کی نظروں سے گزار دیا ہے؟ یقیناً ہم سب کا جواب نفی میں ہے، کتنے ہمارے مسلم سرمایہ دار، صنعت کار اور تجاّر ہیں جن کی ماتحتی میں سیکڑوں نہیں ہزاروں غیر مسلم برادرانِ وطن سالوں سے ان کی کمپنیوں میں خدمت انجام دے رہے ہیں یا ان کے تعلیمی وسماجی اداروں میں ملازمت کررہے ہیں؛ لیکن اس دوران کبھی ہم نے بھول کر بھی زندگی میں ایک دفعہ ہی سہی خود ان کی خیر خواہی کرتے ہوئے ان کو آخرت کے ہمیشہ ہمیش کے عذاب سے ڈرا کر شرک وکفر سے باز آنے کی ترغیب دی ہے؟ ہم فخر سے کہتے ہیں کہ ہماری دکانوں، آفسوں اور کمپنیوں میں ہمارے

سامانِ تجارت کے خریدار مسلمانوں سے زیادہ غیر مسلم ہیں، ان کی گھریلو تقریبات میں ہم شریک ہوتے ہیں اور خوشی کی ہماری محفلوں میں وہ بھی آتے ہیں؛ لیکن کل قیامت میں جب انھیں شرک کی وجہ سے ہمیشہ ہمیش کی جہنم کی سزا ملے گی اور اس موقع پر ہمارا حوالہ دے کر وہ اللہ تعالیٰ سے انصاف طلب کریں گے کہ اے اللہ! اگر ہمارے ان کے بھائیوں نے ایک بار ہی سہی آپ کے اس پیغام کو ہم تک پہنچایا ہوتا تو شاید آج ہمارے لیے یہ نوبت نہیں آتی، تو اس وقت ہمارا کیا جواب ہوگا؟ یہ سوچ کر ہی ہمارے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔

بعض خوش کن تجربات

ہمیں ڈر لگا رہتا ہے کہ اگر ہم ان کو براہِ راست اسلام کی دعوت دیں گے تو اس کا منفی ردِ عمل ہوگا اور مسائل کھڑے ہوں گے؛ لیکن پوری اسلامی اور دعوتی تاریخ بتاتی ہے کہ خوش اسلوبی اور خلوص نیت سے جب اس فریضہ کو انجام دیا گیا تو اس کے نتائج حیرت انگیز طور پر خلاف توقع ہی سامنے آئے، سخت سے سخت دل انسان کے سامنے بھی جب حکمت کے ساتھ اسلام کا تعارف کرایا گیا تو ان کے دل پسیج گئے اور وہ یا تو حلقہ بگوش اسلام ہوئے یا پھر ان کی اسلام کے تعلق سے غلط فہمیوں کا ازالہ ہوا، خود ہمارے ملک کے ذیل کے بعض واقعات سے جس کا راقم الحروف خود عینی شاہد ہے ان مثبت دعوتی نتائج کی مزید وضاحت ہوسکتی ہے۔

اڈپی کرناٹک کا ساحلی ضلع ہے، پورے ملک میں برہمنوں کا سب سے بڑا مٹھ یہیں واقع ہے، اس کی اہمیت کا اندازہ صرف اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ہندوستان کے تقریباً تمام صدور اور وزرائے اعظم کسی نہ کسی بہانے یہاں ضرور حاضری دیتے ہیں، یہاں کے مذہبی رہنما وشویشھ تیرتھ سوامی جی کے تعلق سے یہ بات عام ہے کہ آخری درجہ کے متعصّب مذہبی رہنما ہیں، ۱۹۹۲ء کے آس پاس مخدوم گرامی مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی بھٹکل آمد کی مناسبت سے عوامی سطح پر ساحلی اضلاع پر مشتمل ''پیام انسانیت'' کا جلسہ تھا، مذکورہ سوامی جی کے نام سے عوام کی بھیڑ جمع ہوسکتی تھی؛ اس لیے ہم نے ان کو بطورِ مہمانِ خصوصی اس میں مدعو کرنے کا فیصلہ کیا؛ لیکن

ہمارے بعض ساتھیوں کا خیال ہی نہیں ؛ بلکہ اصرار تھا کہ ان کو مدعو نہ کیا جائے ؛اس لیے کہ وہ اگر جلسہ میں کوئی سخت بات کہہ دیں تو معاملہ الٹ سکتا ہے،ہم نے اس امکانی ضرر سے بچنے کے لیے حضرت مولاناؒ سے اجازت لے کر بی جے پی کے سرکردہ رہنما ڈاکٹر چترنجن جو بعد میں ممبراسمبلی بھی بنے خود ان کے گھر میں جلسہ سے پہلے مفکراسلامؒ کی سوامی جی سے خیر سگالی ملاقات کا اہتمام کروایا، وقت مقررہ پر عصر سے قبل خوشگوار ماحول میں یہ ملاقات ہوئی، اس میں سوامی جی کے سامنے حضرت مولانا نے ’’پیامِ انسانیت کی تحریک‘‘ پر روشنی ڈالی اور یہ بات صاف کردی کہ آج کے اس جلسہ عام میں ہماری گفتگو صرف انسانی واخلاقی پہلوؤں پر ہونی چاہیے، پھر حضرت مولانا نے ’’پیام انسانیت‘‘ کی تحریک کے پس منظر میں اسلام کا بھی مختصر تعارف کرادیا، اس سے سوامی جی بہت خوش ہوئے اور جاتے ہوئے خود حضرت مولانا سے پیر چھوکر آشیرواد لیا، پھر ایک دو سال کے بعد ہم نے ان کو ایک اور جلسہ میں جامعہ اسلامیہ بلایا، ان کے ساتھ اکرام کا معاملہ کیا اور پورے مدرسہ کا دورہ کرایا، اس کا فائدہ یہ ہوا کہ ان کے ساتھ آنے والے اخباری نمائندوں نے دوسرے دن جامعہ، دینی مدارس اور مسلمانوں کے تعلق سے جو رپورٹیں شائع کیں اور مثبت مضامین لکھے وہ ہم لاکھوں روپیہ اشتہار دے کر بھی شائع نہیں کرسکتے تھے،سوامی جی سے مسلسل اس رابطہ اور ان کو اپنے یہاں بلا کر اعزاز واکرام اور تقریر کروانے کا فائدہ یہ ہوا کہ گزشتہ سال رمضان المبارک میں انھوں نے اپنے مٹھ میں مسلمانوں کو بلا کر افطار کی دعوت کی اور اپنے مندر میں ہی ان کے لیے مغرب کی نماز باجماعت کا اہتمام کروایا، اس پر ایک نہ تھمنے والا طوفان فرقہ پرستوں نے کھڑا کردیا؛ لیکن سوامی جی نے صاف کہہ دیا کہ میں نے کوئی غلط کام نہیں کیا ہے؛ بلکہ اگلے سال بھی مسلمانوں کو بلا کر اس سے زیادہ اکرام کروں گا اور عملاً اس سال بھی انھوں نے افطار کے لیے مسلمانوں کو دوبارہ مدعو کرکے دکھایا، اب خود ان کے اپنے لوگوں کا کہنا ہے کہ سوامی جی کے بیانات پہلے کی طرح شدت والے نہیں رہے؛ بلکہ مسلمانوں کے تعلق سے وہ ہمدردانہ وخیر خواہانہ خیالات کا اظہار کررہے ہیں۔

ایک واقعہ بھی ابھی دوتین ماہ قبل کا ہے، دہلی میں برطانوی ہائی کمیشن سے میرے ایک شناسا کا فون آیا کہ برطانوی نائب سفیر کرناٹک کے ساحلی اضلاع کے سرکاری دورہ کے دوران مولانا ابوالحسن

علی ندوی اسلامک اکیڈمی میں بھی حاضر ہونا چاہتے ہیں، میں نے ان سے درخواست کی کہ جب شہر آہی رہے ہیں تو ہمارے مدرسہ جامعہ اسلامیہ میں بھی ہم ان کو لے جائیں گے اور ایک استقبالیہ جلسہ رکھ کر مدرسہ اور اسلام کا بھی تعارف کرائیں گے، ہماری درخواست پر انھوں نے دو گھنٹے کے بجائے چھ گھنٹہ کا وقت دیا، اکیڈمی اور علی پبلک اسکول کے دورے کے بعد ہم نے جامعہ کا دورہ کرایا، پورے کیمپس، مسجد اور کتب خانہ وغیرہ کے معائنہ کے بعد اخیر میں کانفرنس ہال میں ان کے اعزاز میں استقبالیہ جلسہ رکھا گیا، اس تاریخی و دعوتی موقع سے فائدہ اٹھانے کی جب الحمدللہ ذہن میں بات آئی تو خود میں نے استقبالیہ کلمات کے دوران ان سے مخاطب ہو کر کہا: جناب: آج کی یہ کتنی خوبصورت، پُررونق اور یادگار تقریب ہے جس میں اکرام واعزاز کر کے آپ کی عزت افزائی کی جا رہی ہے، کاش! مرنے کے بعد بھی جنت میں آپ کی اسی طرح عزت افزائی ہو اور ہم اور آپ سب اسی طرح جنت میں بھی استقبالیہ تقریب میں شامل رہیں، پھر میں نے کہا جناب : مرنے کے بعد اس طرح کے اعزاز کے لیے آپ ہمارے سامنے صرف یہ مختصر جملہ دہرائیں کہ اللہ تعالی ہی خالق بھی ہے اور مدبّر بھی یعنی کائنات کے ذرہ ذرہ کے پیدا کرنے میں جس طرح وہ تنہا ہے، اس کو چلانے میں بھی وہ اکیلا ہے، الوہیت اور عبادت میں اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں ،آپ صرف یہ کہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اگر اس جملہ کو آپ ہمارے سامنے دہرائیں گے تو آپ کے حق میں کل مرنے کے بعد ہم خود گواہی دیں گے اور ہم سب جنت میں ان شاء اللہ ایک ساتھ ہوں گے، میں نے یہ کہتے ہوئے اسٹیج سے مڑ کر ان کی جانب دیکھا تو وہ زیرِ لب مسکرا رہے تھے اور سر ہلا کر تائید کر رہے تھے، جلسہ کے بعد اخباری نمائندوں نے جب اس دورہ کے تعلق سے ان سے سوالات کیے تو انھوں نے صاف کہا: یہاں آ کر اسلام اور دینی مدارس کے تعلق سے میری غلط فہمیوں کا بڑی حد تک ازالہ ہوا، کسی بھی مدرسہ کا یہ میرا پہلا دورہ تھا واپسی میں ہم نے ان کو توحید و رسالت پر انگریزی میں کتابیں بھی دیں جس کو انھوں نے بڑی ممنونیت کے ساتھ قبول کیا اور مطالعہ کا وعدہ بھی کیا، کچھ اسی طرح کلمہ طیبہ کے اقرار کی دعوت ہم نے آج سے پندرہ سال پہلے ہمارے ملک کے نامور شاعر جگن ناتھ آزاد کو

بھی ہمارے شہر میں ان کی آمد اوران کے اعزاز میں جامعہ اسلامیہ میں منعقدہ جلسہ میں دی تھی۔

اعلیٰ سطحی قیادت تک دعوت پہنچانے کا ایک امکانی طریقہ

ملک کے حکمراں طبقہ اوراعلیٰ سطحی قائدین تک ہمارا دعوت پہنچانے کا فریضہ صرف اس حد تک ہے کہ کبھی ہم اپنے جلسوں میں ان کو مدعو کر کے قرآن مجید کے نسخے دیتے ہیں جس کو وہ بڑے احترام کے ساتھ قبول کرتے ہیں اوراسی وقت ان کا سکریٹری یا محافظ اس کو اٹھا کر گاڑی میں رکھ دیتا ہے اور وہاں سے وہ اس کو اپنے سرکاری بنگلہ کے کتب خانہ کی زینت بنادیتے ہیں ، اسی طرح اسلام کے نام سے ہمارے یاان کے جلسوں میں ان کی موجودگی میں جو زیادہ سے زیادہ ہماری تقریریں ہوتی ہیں ، وہ دفاعی اندازکی ہوتی ہیں کہ اسلام امن کا مذہب ہے، دہشت گردی سے اس کا کوئی تعلق نہیں وغیرہ؛ لیکن ان کے تعلق سے ہم یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ جلسہ یا ہمارے ادارہ میں ان کی آمد پر ہمارا ہدیہ کیا ہوا قرآن مجید یا سیرت نبوی کا نسخہ ان کی نظروں سے گزرا ہے اوراس میں موجود توحید ورسالت اور آخرت کے عقلی دلائل کو انھوں نے پڑھا ہے یا اس کا مطالعہ انھوں نے کیا ہے، اس کے لیے ایک امکانی ترکیب ذیل میں دی جارہی ہے جس سے کم ازکم یقینی طور پر ان کی نظروں سے ان شاء اللہ قرآن مجید اوراحادیث مبارکہ وسیرت نبوی میں موجود اسلام کی معقولیت کے فطری دلائل گزر جائیں گے اور غیر جانب دار ہوکر اس کے مطالعہ اوراس پر غور کرنے سے ان کی ہدایت پانے کے ان شاء اللہ امکانات بھی پیدا ہوں گے۔

ملک کے تمام بڑے حکمرانوں بشمول صدر ووزیر اعظم اور کابینی وزراء، صوبائی گورنرس، ممبرانِ پارلیمنٹ وممبرانِ اسمبلی، آئی اے یس اور آئی پی یس افسران وغیرہم کو اپنے ادارہ کی طرف سے اس طرح خطوط لکھے جائیں کہ ہم عالمی سطح پر ایک ضخیم کتاب تین چار جلدوں میں شائع کرنے جارہے ہیں جس کا عنوان ہے۔

۱۔ ”حضرت محمد ﷺ بحیثیت پیغمبر امن : بھارت کے بیسویں صدی کے حکمرانوں کی نظر میں“ ملک کے سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے ججز اورنامور وکلاء کو یہ عنوان دیا جائے۔

۲- ''حضرت محمد ﷺ بحیثیت ایک کامیاب قانون داں : بھارت کے نامور قانون دانوں کی نظر میں'' ملک کی تمام یونیورسٹیوں کے وائس چانسلروں اور کالجز کے پرنسپلوں کے لیے یہ عنوان رکھا جائے۔

۳- ''حضرت محمد ﷺ بحیثیت کامیاب معلم ومربّی : ہندوستان کے نامور ماہرینِ تعلیم کی نظر میں''، مرسلہ خط میں ان کو لکھا جائے کہ اس سلسلہ میں ہمیں حضرت محمد ﷺ کے تعلق سے دو تین صفحات پر مشتمل آپ کے تاثرات مطلوب ہیں۔

ان کے ذاتی نام اپنے لیٹر ہیڈ پر ٹائپ کرکے ان حضرات کو یہ خطوط خود جا کر دیئے جائیں اور ساتھ میں سیرت نبوی کی کوئی معیاری کتاب بھی یہ کہہ کر ان کو دی جائے کہ اس سلسلہ میں آپ ہماری ہدیہ کردہ اس کتاب سے بھی مدد لے سکتے ہیں یا دوسرے کتب خانوں میں موجود کتابوں یا انٹرنیٹ پر موجود مواد سے بھی استفادہ کرسکتے ہیں، اس کے لیے آپ کو دو تین ماہ کا موقع ہے، جب آپ کا تاثراتی مضمون حضرت محمد ﷺ کے تعلق سے ہمیں موصول ہوگا تو اس کو ہم آپ کے یعنی مضمون نگار کے مختصر تعارفی نوٹ کے ساتھ اس تاریخی اور عالمی سطح پر شائع ہونے والی کتاب میں شامل کریں گے اور اس کتاب کے تراجم دنیا کی بڑی زبانوں مثلاً عربی، انگریزی، ہندی، اردو اور چینی وغیرہ میں بھی ترجمہ شائع کریں گے اور ملکی سطح پر ایک بڑے جلسہ میں اس کتاب کا اجراء بھی ہوگا۔

ہمارے ملک کے حالات مسلمانوں کے لیے اس وقت جس قدر پریشان کن، سنگین اور تشویشناک ہوں؛ لیکن اس گئی گزری حالت میں بھی دعوتی میدان میں کام کرنے والوں کے لیے بے پناہ مواقع ہیں، پانی ابھی سر سے اونچا نہیں ہوا ہے، پوری اسلامی تاریخ میں سب سے کامیاب دعوت کا کام ناموافق حالات ہی میں ہوا ہے، سلطنت بغداد میں تاتاریوں کے حملے اور اٹھارہ لاکھ مسلمانوں کی شہادت کے بعد جب پوری دنیا اسلام اور مسلمانوں کے تعلق سے ناامید ہوگئی تھی اسی صنم خانہ سے کعبہ کو پاسبان ملے تھے اور ظالم ترین وحشی سمجھے جانے والے یہی تاتاری حلقہ بگوش اسلام ہوئے تھے، آپ کو یہ جان کر مسرت آمیز حیرت ہوگی کہ آج چیچنیا، افغانستان، ترکمانستان اور وسط ایشیا کے اکثر ملکوں میں

موجود مسلم مجاہدین اسی تاتاری نسل سے تعلق رکھتے ہیں جو کسی زمانہ میں اسلام کے سب سے بڑے دشمن سمجھے جاتے تھے، اسی طرح ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ ۱۸۵۷ء کے ناگفتہ بہ حالات کے بعد ہی برِصغیر میں سب سے بڑے اسلامی قلعے دینی مدارس کی شکل میں وجود میں آئے تھے، تاریخ نے یہ بھی دیکھا ہے کہ ۱۹۴۷ء کے بعد رونما ہونے والے بھیانک فسادات کے بعد ہی مسلمان سنبھلے تھے اور اپنی دعوتی کوتاہیوں سے سبق لیتے ہوئے نئے عزم اور ایمانی شناخت کے ساتھ اپنی منزل کی طرف از سرِ نو رواں دواں ہوئے تھے، قرآن مجید کے مطالعہ سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ اہلِ ایمان کے حق میں نصرتِ خداوندی کے فیصلے ناگفتہ بہ حالات اور ناامیدی کے گھٹا ٹوپ اندھیرے ہی میں آتے ہیں، اس وقت کے یہ تشویشناک حالات ہماری بداعمالیوں کی وجہ سے ہی ہیں، یہ عادت اللہ ہے کہ امت جب اجتماعی طور پر توبہ کرتی ہے تو حالات یکسر بدل جاتے ہیں اور فیصلے ان کے حق میں ہوتے ہیں، اگر ہم نے اپنی بداعمالیوں سے سبق لیتے ہوئے توبہ کرلی تو اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید قوی ہے کہ چند ہی سالوں میں ہمارے ملک کا نقشہ ہی بدل جائے گا اور آج کے ہمارے حریف وفریق سمجھے جانے والے ہمارے یہ برادرانِ وطن ہم سے بڑھ کر اسلام کی وکالت اور ترجمانی میں پیش پیش نظر آئیں گے، دراصل سیاہ بادلوں کی آمد کے بعد ہی بارانِ رحمت کا نزول ہوتا ہے، گھٹا ٹوپ اندھیرے کے بعد ہی سحر ہوتی ہے، عُسر کے بعد ہی یُسر آتا ہے، آزمائشوں کے بعد ہی فتوحات کے دروازے کھلتے ہیں ابتلاء کی آگ میں تپائے جانے کے بعد ہی کندن بن کر اہل ایمان منظر پر آ کر اپنی شناخت کراتے ہیں، ناامیدی کے بعد ہی امید کی کرن سامنے آتی ہے، اسی طرح ان تشویشناک اور کربناک حالات کے درمیان ہی سے انشاء اللہ اس ملک میں مسلمانوں کی سرخروئی اور فتح مندی اور کامیابی وکامرانی کی نوید پوری دنیائے انسانیت کے کانوں سے ٹکرانے والی ہے۔

شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہوگا نغمۂ توحید سے

ملک کی موجودہ صورت حال

اور ارتداد کے خوفناک سائے

عبدالرشید طلحہ نعمانی

وطن عزیز ہندوستان پچھلے چالیس یوم سے رزم گاہِ حریت بنا ہوا ہے، ملک کے طول وعرض سے مسلسل آزادی کی صدائیں گشت کررہی ہیں، ہر مذہب ماننے والا، ہر زبان جاننے والا، ہر خطے اور پیشے سے تعلق رکھنے والا ہوش مند انسان ملک کے جمہوری اقدار وسیکولر روایات کی حفاظت کے لیے سراپا احتجاج بنا ہوا ہے، ان جاں بہ لب حالات کو دیکھ کر ایسا محسوس ہورہا ہے کہ ہندوستان میں ایک بار پھر اسپین کی تاریخ دہرانے کی سازش رچی جارہی ہے، این آرسی اور شہریت ترمیمی قانون کے ذریعہ مسلمانوں کو ملک بدر کرنے یا کم از کم ارتداد کے گھاٹ اتارنے کے تانے بانے بنے جاچکے ہیں اور وزیر داخلہ بھی اپنے تازہ ترین متنازع بیانات کے ذریعہ اس پر یقین دلانے کی سعیِ نامشکور کرتے نظر آرہے ہیں۔

مسلمانانِ ہند کو درپیش خطرۂ ارتداد:

ان سیاہ قوانین کے نفاذ کے بعد (خدا کرے کہ یہ نافذ ہی نہ ہوں اور ظالموں کے خلاف مظلوموں کو کامیابی نصیب ہو) بزرگان دین کو جس فتنے کا سب سے زیادہ اندیشہ ہے وہ ارتداد کا فتنہ ہے؛ اس لیے کہ گاؤں دیہات سے تعلق رکھنے والے وہ کمزور ونادار مسلمان جو دین کی ابجد بھی نہیں جانتے بعید نہیں ہے کہ وہ شہریت حاصل کرنے کے لیے اسلام کو خیر باد کہہ دیں اور خوشی خوشی شرک وبت پرستی قبول کرلیں، پھر آج کا دور ایمان داری کا دور نہیں ہے، لوگ چند کوڑیوں کے لیے جھوٹ بولنے پر راضی ہوجاتے ہیں، چند ٹکوں کے لیے غلط

گواہی دینے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں، معمولی جائیداد کے لیے حقیقی بھائی کے قتل کو معمولی سمجھنے لگتے ہیں، ایسے دور میں جب اسلام کے ماننے والوں پر عرصۂ حیات تنگ کیا جائے گا، انہیں ملک و جائیداد سے محروم کرنے کی بات ہوگی تو ایمان ویقین کی عمارت میں ضرور زلزلہ آئے گا اور وہ دھڑام کے ساتھ زمین بوس ہو جائے گی۔

یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ یہ صرف زبانی اندیشے اور اوہام وخیالات نہیں ہیں؛ بل کہ برصغیر کی تقسیم سے قبل بھی انگریزی دور حکومت میں شدھی تحریک کے عنوان سے دیگر مذاہب کے لوگوں کو ہندومت میں شامل کرنے کی مذموم کوششیں ہوتی رہی ہیں، شدھی کرن کے معنی ہیں پاک کرنا، ہندو اس سے مراد یہ لیتے ہیں کہ جو پہلے ہندو تھے، انہوں نے اسلام قبول کرلیا تو وہ ناپاک ہو گئے، انہیں پھر ہندو بنا کر پاک کیا جائے گا، اسی خیال سے انہوں نے تحریک کا نام ''مسلم شدھی کرن تحریک'' رکھا، پنڈت دیانند سرسوتی اور آگرہ میں سوامی شروھانند کی ''بھارتی شدھی سبھا'' کا صرف یہی مقصد تھا کہ مسلمانوں کو ذہنی طور پر باور کروایا جائے کہ تم لوگ ہندو ہو اور تمہارے باپ دادا بھی ہندو تھے، تاہم مسلمانوں کو مرتد بنا کر ہندو ازم میں داخل کرنے کی اس مذموم تحریک کا آغاز ۱۹۲۳ء میں ہوا، گاؤں گاؤں، قریہ قریہ بھولے بھالے مسلمانوں کو شدھی ہونے کے لیے کہا جاتا تھا اور جان ومال کے لیے لوگ تیزی کے ساتھ مرتد ہوتے چلے جاتے تھے۔

برسر اقتدار جماعت کا اصل مقصد بھی ہندوستان کو ہندو راشٹریہ میں تبدیل کرنا اور مسلمانوں کو ہندو رنگ میں رنگنا ہے، معروف ہندی روزنامے کیسری اور اجالا کی رپورٹ کے مطابق موہن بھاگوت نے وارنسی میں عیسائیوں کی گھر واپسی اور مسلمانوں کی شدھی کرن کے منصوبے کا اعلان کرتے ہوئے کہا کہ ہندوستان بھر میں طے شدہ ہدف کے مطابق شدھی کرن پر کام ہو رہا ہے، اس ناپاک منصوبے کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے ۸۰۰ کے لگ بھگ تربیت یافتہ

پرچارکوں اور ہندو سکالروں کی رہنمائی میں ۸۰ ہزار این جی اوز کی ذیلی تنظیموں کو تربیت دی گئی، اہداف شدہ علاقوں میں مذموم سرگرمیاں جاری ہیں، آر ایس ایس کے ترجمان روزنامہ پنچ جینیہ کی ایک رپورٹ کے مطابق شدھی کرن کے اس نئے منصوبے کے پہلے مرحلے میں مسلمانوں میں اسلامی معاشرے سے ارتداد پر زور دیا جائے گا، اس مذموم مقصد کو حاصل کرنے کے لیے قادیانیوں کا استعمال، مسلم نام نہاد تنظیموں اور انجمنوں کا قیام، مسلمانوں میں بابا گیری اور جادو ٹونے کا فروغ، مسلم راشٹریہ منچ جیسی تنظیموں کا ملک بھر میں جال بچھا دینا شامل ہے تاکہ مسلمان عمومی طور پر دھیرے دھیرے جمہوریت کے ساتھ ہندوتوا کو بھی ذہنی طور پر قبول کرلیں۔

برطانوی جریدے پریمئر نے اپنی ایک رپورٹ میں انکشاف کیا ہے کہ بھارت میں آر ایس ایس اور اس کی آئیڈیالوجی سے وابستہ تنظیمیں ایک طرف بھارت کو ہندو راشٹریہ میں تبدیل کرنے کے لیے عیسائی مشنری کو جبر و تشدد کا نشانہ بنا رہی ہیں تو دوسری طرف ایک بڑے منصوبے کے تحت ''مسلم شدھی کرن'' پر بھی متواتر کام کیا جارہا ہے، جریدے کے مطابق مسلمانوں کے شدھی کرن کو سنگھ پریوار نے ایک چیلنج کی طرح قبول کیا ہے؛ کیونکہ مسلمانوں میں اسلام سے وابستگی کا خاتمہ ناممکن ہے، اس لیے ناپاک منصوبے پر مرحلہ وار کام ہورہا ہے۔ (القلم آن لائن)

جب فاران کی چوٹیوں سے اسلام کا نیر تاباں طلوع ہوا تو اولاً اعلان حق اور تبلیغ اسلام کی پاداش میں سب سے زیادہ نبی اکرم ﷺ کو ستایا گیا اور جسمانی وقلبی اذیتیں دی گئیں، بعد ازاں صحابہ کرام کے ساتھ ہر قسم کا ظلم وستم روا رکھا گیا، ان کے ایمان پر ثابت قدمی کے درجنوں واقعات حدیث وتاریخ کی کتابوں میں موجود ہیں جو آج بھی ہمارے لیے ایمان میں تازگی اور یقین میں پختگی کا سبب ہیں۔

خلاصۂ کلام:

اس وقت جہاں ہماری یہ ذمہ داری ہے کہ ہم پوری توانائی کے ساتھ احتجاج کا حصہ

بنیں اوران سیاہ قوانین کو واپس لینے کا مطالبہ کریں، وہیں ہمارا یہ بھی فریضہ ہے کہ ہم نعمت ایمان کا استحضار رکھیں اور عام مسلمانوں تک یہ پیغام پہنچائیں کہ چاہے جو بھی ہو جائے ہم دین اسلام سے پھرنے والے نہیں ہیں، ہم اسلام کی بقا کے بعد ملک کی سالمیت چاہتے ہیں اور ہمیں اس بات پر پورا یقین ہے کہ ہم ملک وملت کے دونوں محاذوں پر کامیاب وکامران رہیں گے، اگر ہم میں سے ہر فرد یہ فیصلہ کرلے کہ اسے صرف اللہ تعالیٰ کا بندہ بن کر رہنا ہے، ایمان پر ثبات کو یقینی بنانا ہے، سب کی بھلائی چاہنا ہے، سب کے لئے سراسر خیر ثابت ہونا ہے، ہر حرام سے بچنا ہے، رب ذوالجلال، اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اوراس کی کتاب مجید کی محبت کو دیگر تمام محبتوں پر غالب کردینا ہے اسے اپنی تمام ذمہ داریاں تن دہی اور جاں فشانی سے انجام دینا ہے، خود ہی راہ راست پر نہیں چلنا ہے؛ بل کہ جہاں تک آواز پہنچتی ہے خیر کی اس آواز کو پہنچانا اور عام کرنا ہے، اپنی سب سے قیمتی متاع یعنی وقت کا ایک ایک لمحہ رب کی قربت کا مستحق بننے کی سعی میں بسر کرنا ہے، اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر امتی یہ پختہ فیصلہ کرلے، پھر اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرے تو یقینا آنے والا وقت ہمارا ہوگا اور آخرت کی سرخروئی اس سے بھی پہلے یقینی ہو جائے گی۔

کچھ رہے یا نہ رہے پر یہ تمنا ہے امیر
آخری وقت سلامت مرا ایمان رہے

علماء کی توہین وبے ادبی کا انجام:

حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جولوگ علمائے دین کی توہین اوران پر طعن وتشنیع کرتے ہیں قبر میں ان کا منہ قبلہ سے پھر جاتا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ جس کا جی چاہے دیکھ لے۔ (معارف الاکابر ص ۴۰۱)

فتاوی

انتخاب وترتیب: عبداللہ خالد قاسمی خیر آبادی

مخصوص ایام میں قبرستان جانا

سوال... کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلے کے بارے میں کہ ''زیارت قبور'' کے مسنون آداب کیا ہیں؟ دور حاضر میں متعینہ تاریخوں اور دنوں میں قبرستان جانے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ جیسا کہ آج کل عید یا شادی وغیرہ کے موقع پر بعض لوگ اہتمام سے قبرستان جانے کی پابندی کرتے ہیں۔

جواب... زیارت قبور مسنون ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ترغیب دی ہے کہ اس سے آخرت کی فکر پیدا ہوتی ہے، زیارت قبور کے لیے کسی بھی دن جانا درست ہے، اگر کوئی شخص شادی یا عیدین وغیرہ کے موقع پر قبرستان جائے، تو مضائقہ نہیں، البتہ ان خاص موقعوں پر جانے کو لازم سمجھنا اور نہ جانے والوں پر طعن وتشنیع کرنا ناجائز ہے۔

زیارت قبور کا طریقہ اور ادب یہ ہے کہ میت کے پیروں کی طرف سے جا کر، چہرے کے سامنے قبلہ کی طرف پشت کر کے کھڑا ہو جائے اور یوں کہے: ''**السلام علیکم یا أهل القبور، یغفر الله لنا و لکم، أنتم سلفنا و نحن بالاثر**'' پھر اسی طرح دیر تک کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے اور اگر کوئی بیٹھنا چاہے، تو زندگی میں جس طرح اس شخص کے ساتھ برتاؤ تھا، اسی طرح قریب یا دور بیٹھ جائے اور جتنا ہو سکے تلاوت کریم کرے، سورہ یٰسین پڑھنے کی بہت فضیلت آئی ہے اور اسکے علاوہ سورہ فاتحہ، سورہ تکاثر، سورہ ملک اور سورہ اخلاص بھی پڑھنی چاہیے، اس کے بعد یوں کہے کہ: یا اللہ اس تلاوت کا ثواب صاحب قبر یا تمام مردوں تک پہنچا دے۔

R.N.I. REGD. NO. 62469/95U.M.
URDU MONTHLY MAGAZINE

MAZAHIR ULOOM

SAHARANPUR



Rs. 15/-

MADRASA MAZAHIR ULOOM

SAHARANPUR-247001 (U.P.) INDIA, PH. 0132-2655542
E-Mail: jamiamazahir@gmail.com